بیاد:۔ سلطان القلم حضرت علامہ سید مناظر احسن گیلانیؒ

اکابر کی روایتوں کا پاسدار، قدیم وجدید تحریروں کا حسین امتزاج

جلد/۱

شمارہ/۴

ماہنامہ

المناظر

مدیر

محمد سعید اللہ قاسمی مہراج گنجی

معاون مدیر

محمد فہیم قاسمی گورکھپوری

مرکز اشاعت

حکیم الاسلام لائبریری بیلی پار، گورکھپور، یوپی، پن نمبر ۲۷۳۴۱۳

آئینہ اوراق

اداریہ

دفاع نہیں اقدام کا وقت ہے

مدیر

آج ملکی سطح سے لیکر عالمی سطح تک عالم اسلام زبوں حالی کے جن دگر گوں حالات سے گذر رہا ہے، شاید امت مسلمہ کی پوری تاریخ میں ایسے ناگفتہ بہ حالات کبھی پیش نہیں آئے۔ آج ہر چہار جانب سے اسلام اور شعائر اسلام پر باطل کی یلغار ہے، ذہنی، فکری، معاشی، سیاسی اور عسکری سطح پر اپنے مکروہ عزائم کے ساتھ پرستاران باطل مسلمانوں کو لقمہ تر کی طرح نگلنے کو تیار بیٹھے ہیں۔ الحاد و لادینیت اور فکری بے راہ روی کا ایک سیلاب تند و تیز ہے، جو عالم اسلام کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہے، ملت کے فرزند بالعموم اپنی روایتی غیرت وحمیت، اور احساس خودی سے عاری ہو کر بے عملی اور فکری بے راہ روی کا شکار ہیں، ان کے اندر جرات و ہمت اور استقامت کے ساتھ باطل کے عزائم کے سامنے سد سکندری بن کر حائل ہونے کی صلاحیت مفقود ہو چکی ہے، شمشیر و سنان کے بجائے طاؤس و رباب ان کی تفریح طبع کا سامان بنا ہوا ہے۔ مسلم معاشرے میں فیشن کے نام پر فحاشیت و عریانیت عام ہوتی جا رہی ہے، بلند مقاصد کی خاطر تن من دھن کی بازی لگانے کے بجائے مادیت کے دام میں پھنس کر ہم سطحیت کا شکار ہو چکے ہیں، اخلاق فاضلہ ہم سے رخصت ہو چکا ہے، عبادت گاہوں سمیت ہمارے اجتماعی پلیٹ فارم زا ختلاف و انتشار کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں، ملت کے وسیع تر مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے دوررس مثبت فیصلوں کی جگہ، شخصی، جماعتی، علاقائی، اور مسلکی مفاد پر مبنی سطحی فیصلوں نے لے لیا، چنانچہ اس کے برے نتائج سے آج پورا عالم اسلام زخمی زخمی ہے، شعائر اسلام کی توہین عام ہوتی جا رہی ہے، مسلمانوں کا لہو پانی سے ارزاں ہو چکا ہے، مٹھی بھر بزدل صہیونی اپنے آقاؤں کے زیر سایہ قبلہ اول پر غاصبانہ تسلط جما کر اولوالعزم فلسطینی مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ رہے ہیں۔ افغانستان و شام سے لے کر لیبیا و سوڈان تک عالم اسلام کا بڑا حصہ دجال وقت کے شکنجے میں پھنس کر لہولہو ہے۔

اگر وطن عزیز کی بات کی جائے تو حالیہ پارلیمانی انتخابات میں بی جے پی کی مکمل اکثریت سے فتح کے بعد فرقہ پرستوں کے حوصلے پورے شباب پر ہیں، 23 رمئی کو وزیر اعظم نریندر مودی کی دوبارہ تاج پوشی کے بعد ماب لنچنگ کا وحشیانہ سلسلہ ایک بار پھر پوری پلاننگ سے شروع ہو چکا ہے، چنانچہ آئے دن معصوم کلمہ گو اس کا نشانہ بن رہے ہیں، جھارکھنڈ کے تبریز انصاری کی شہادت اس سلسلے کی تازہ ترین کڑی ہے۔ ایک ایسا ملک جو بنیادی طور پر امن پسند ہونے کا دعویدار ہو، جہاں ایک مکمل آئین ہو، جہاں قانون و انتظام کی بالادستی قائم ہو، وہاں ایسے گھناؤنے جرائم ملک کی پیشانی پر نہ صرف بدنما داغ ہیں، بلکہ سنجیدہ سوالات بھی کھڑے کرتے ہیں، کہ ایسے وقت میں انتظامیہ کہاں ہوتی ہے؟ قانون اپنا کام کیوں نہیں کرتا؟ مجرموں کے

بجائے مظلوموں کو ہی قید کیوں کیا جاتا ہے؟ اور اگر معاملہ منظر عام پر آنے کے بعد عوامی دباؤ کے تحت مجرم گرفتار ہوتے بھی ہیں، تو چند مہینوں کے بعد وہ آزاد کیسے ہو جاتے ہیں؟ ان پر سنجیدگی سے قانونی کارروائی کر کے انصاف فراہم کیوں نہیں کیا جاتا؟ پھر ان مجرموں کے معاونین اور انہیں پروٹوکول دے کر ان کی حوصلہ افزائی کرنے والوں کے خلاف تادیبی کارروائی عمل میں کیوں نہیں آتی؟ پھر ایسے انسانیت سوز حادثات کی روک تھام کے لئے مقامی انتظامیہ سے لے کر ریاستی و مرکزی حکومتیں موثر اور جامع اقدامات کیوں نہیں کرتیں؟ امن وامان کو قائم رکھنا، اور ہر ایک کے مال و جان کے تحفظ کے ساتھ ساتھ ترقیات کے یکساں مواقع فراہم کرنا ان حکومتوں کی اخلاقی و قانونی ذمہ داری ہے۔ اگر وہ اپنی اس ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے ماب لنچنگ کے اس مکروہ سلسلے پر قدغن نہیں لگاتیں تو خود مجرم ہیں۔ دادری کے اخلاق سے لے کر تبریز انصاری کی شہادت کے طویل سلسلے تک پولیس انتظامیہ کی مجرمانہ تعصب پر مبنی کارروائی، اور ریاستی و مرکزی حکومتوں کی قابل مذمت خاموشی، یا جانبداری پر مبنی مصلحت پسندانہ بیانات، مجرموں کے حوصلے میں اضافہ کر رہے ہیں، جس سے اس فکر کو تقویت ملتی ہے کہ آر ایس ایس کے زیر سایہ بی جے پی حکومت کی خفیہ پالیسی کا شاید یہ کوئی حصہ ہے، جو مسلمانوں کے مورال کو ڈاؤن کرنے، ان کے دلوں میں خوف بٹھانے، اور ان کو مرکزی دھارے سے کاٹ کر دیوار سے لگانے کے لئے اختیار کیا گیا ہے۔ ورنہ پھر کیا وجہ ہے کہ پوری دنیا میں ملک عزیز کی بدنامی کا سبب بننے والے اس غیر مہذب افسوسناک سلسلے کا تدارک کرنے میں قانون کا آہنی ہاتھ ناکام ہے؟۔

اب اس نازک موقعے پر ملت کی اجتماعی ذمہ داری ہے کہ سب سے پہلے وہ اپنے بیجا اختلافات کو ختم کرے، اور باہمی اتحاد پیدا کرتے ہوئے اپنی صفوں کو مضبوط سے مضبوط تر بنائے، قوم کے ہونہار نوجوانوں کو اعلی تعلیم و تربیت سے آراستہ کر کے ان پر عائد ہونے والے قومی و ملی فرائض سے انہیں آگاہ کیا جائے، قوم کے اجتماعی اسلامی شعور کو بیدار کر کے اپنی روایتی غیرت و حمیت اور خودی پر لگنے والے زنگ کو دور کر اسلاف کی سی جرات و ہمت اور حوصلہ پیدا کرنے کی مکمل سعی کی جائے، دفاع کی دیرینہ اور قدیم روش کو ترک کر کے موثر عملی اقدامات پر غور کیا جائے، کیونکہ اس دفاع محض اور مصلحت پسندی نے اکثر ہمیں رسوا ہی کیا ہے، اور بزدلی کی طرف لے گئی ہے۔ قوم کے رہنما اور قائدین ایک ساتھ بیٹھ کر، ہمارے موجودہ حالات اور مستقبل کو مد نظر رکھتے ہوئے ایسی جامع منصوبہ بندی کریں، جس پر عمل پیرا ہو کر جہاں ایک طرف اعدائے اسلام کے ناپاک عزائم کا کلی طور پر سد باب ہو، وہیں دوسری طرف ہمارے تابناک ماضی کی طرح ایک شاندار اور ظلم و ستم سے پاک، خوشحال مستقبل کا خواب شرمندۂ تعبیر ہو سکے، جس میں ہمارے اسلامی شعائر کے ساتھ ساتھ ہمارا قومی و ملی وقار بھی محفوظ ہو۔ اللہ تعالی ہمیں اعداء کے شرور سے بچائے، اور اپنی مرضیات پر چلا کر دارین کی سرخروئی عطا فرمائے، آمین۔

☆☆☆

نقوش رحمت　　　قسط ۲/

اِنّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیم

مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ

عفوودرگذر:۔ خذالعفو (اعراف) عفوودرگزر اختیار کرو۔

فمن عفا واصلح فاجره على الله (الآیہ) پس جس شخص نے درگذر کی اور درست کاری اختیار کی، اس کا اجرو ثواب اللہ کے ذمہ ہے۔

عن النبی صلی الله علیه وسلم قال ما زاد الله عبدا بعفو الا عزا (وفی روایة) **العفو لا یزید العبد الا عزا فاعفوا یعز کم الله** (مسلم وترمذی) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالی عفوودرگذر کرنے والے کو ہمیشہ عزت دیتا ہے۔لہذا تم عفو کی عادت ڈالو، خدا تم کو بیش از بیش عزت سے سرفراز کریگا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام عمر کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا، اور ہمیشہ عفوودرگذر ہی کو پیش نظر رکھا۔البتہ اگر احکام الٰہی کی کسی نے تذلیل کی تو پھر اس کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑا۔ بخاری جلد ۲/ کتاب الادب

زید بن سعنہؓ نے اسلام لانے سے قبل یہودیت کی حالت میں ایک مرتبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو قرض دیا، اور پھر وقت مقررہ سے پہلے ہی آکر تقاضہ شروع کر دیا، آپ نے عذر فرمایا تو ہر قسم کی ہتک آمیز گفتگو شروع کر دی، حضرت فاروق اعظم غصہ میں بیتاب ہوگئے اور فرمانے لگے، خدا کے دشمن تو رسول خدا کی شان میں گستاخی کرتا ہے،،۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہنستے ہوئے ارشاد فرمایا: عمر! مجھ کو تم سے کچھ اور امید تھی۔تم کو چاہیے تھا کہ اس کو نرمی سے نصیحت کرتے، اور مجھ سے اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے کہتے۔ یہ صاحب حق ہے، اس کا کہنے کا حق ہے۔اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ قرضہ ادا کر کے بیس صاع کھجور اور زیادہ دے دو۔بیہقی

مکہ معظّمہ کا بچہ بچہ آپ کا دشمن تھا، آپ کے اصحاب کا دشمن تھا، آپ کے دینی مشن کا دشمن تھا، تاریخ شاہد ہے کہ کوئی اذیت وتکلیف نہ تھی جو ان کے ہاتھوں آپ کو نہ پہنچی ہو، لیکن یہ اسی ہستی کی شان تھی کہ جب مکہ معظّمہ فتح ہوا، اور مشرکین کے لئے شکست کے بعد کوئی جائے پناہ باقی نہ رہی، تو اب ذات قدسی صفات کے عفو وکرم پر ہی نگاہ تھی۔آپ نے ان قیدیوں کی طرف نگاہ کرم اٹھائی اور تبسم فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

لا تثریب علیکم الیوم اذھبوا فانتم الطلقاء (بخاری) آج تم پر کوئی کوئی ملامت نہیں ہے۔جاؤتم سب آزاد ہو۔

راست گوئی:۔ کونوا مع الصادقین (توبہ) راست گفتاروں کے ساتھ ہوجاؤ۔

علیکم بالصدق فان الصدق یھدی الی البر وان البر یھدی الی الجنۃ (بخاری ومسلم) راست گفتاری کولازم کرلو،اس لئے کہ راست گفتاری بھلائی کی طرف رہنمائی کرتی ہے،اور بھلائی جنت کی راہ دکھاتی ہے۔

راست گفتاری نبی وپیغمبر کی اولین صفت ہے، یہ نہ ہوتو وہ نبی نبی نہیں کذاب ہے۔مگر آپ کی راست گفتاری کا اعتراف ان کے دشمنوں تک کوتھا، جوآپ کے مال، جان اورآبروتک کے دشمن تھے۔تاریخ شاہد ہے کہ اسی لئے ان کودوستوں نے ہی نہیں بلکہ دشمنوں نے،،الصادق الامین،،کا خطاب دیا۔ابوجہل آپ سے کہا کرتا تھا کہ میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا،لیکن آپ کی چیز کوصحیح نہیں باورکرتا۔اسی پرقرآن عزیز کی یہ آیت نازل ہوئی:۔

قد نعلم انہ لیحزنک الذی یقولون فانھم لا یکذبونک ولکن بایت اللہ یجحدون (انعام) ہم کوعلم ہےاے نبی! کہ تم کوان کافروں کی باتیں رنجیدہ کرتی ہیں، کیونکہ وہ تجھ کونہیں جھٹلاتے،البتہ یہ اللہ کی آیات کاانکارکرتے ہیں۔

وفاءعہد:۔اوفوبالعھد ان العھد کان مسئولا.عہدکوپوراکرو،اس لئے کہ عہدذمہ داری کی چیز ہے۔

عن عبداللہ بن الحمساء رضی اللہ تعالی عنہ قال بائعت النبی صلی اللہ علیہ وسلم ببیع قبل ان یبعث و بقیت لہ بقیۃ فوعدتہ ان آتیہ بھا فی مکانہ فنسیت ثم ذکرت بعد ثلاث فجئت فاذا ھو بمکانہ فقال یافتی لقد شققت علی انا ھھنا منذ ثلاث انتظرک (ابو دائود) عبداللہ بن حمساء کہتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے آپ سے کچھ خریدوفروخت کا معاملہ کیا، کچھ آپ کا باقی رہ گیا،تو میں نے عرض کیا کہ آپ یہیں بیٹھے رہیں، میں حاضر ہوتا ہوں،آپ نے وعدہ فرمالیا، میں اتفاق سے بھول گیا،تین روز کے بعدواپس آیاتو دیکھا کہ وعدہ کے ایفاء کی خاطر وہیں بیٹھے ہیں۔مجھ سے ارشادفرمایا: بھائی تم نے بہت تعب میں ڈالا،حسب وعدہ تین دن سے اسی جگہ بیٹھا ہوں۔

اسی طرح کاایک معاملہ ایک ضعیفہ کے ساتھ پیش آیا۔اس نے اپنے ایک کام کی خاطر یہ کہا کہ اسی جگہ بیٹھے رہیں میں آتی ہوں۔اوربھول گئی۔آپ اسی طرح تین روزتک اس کاانتظارکرتے رہے،اور جب وہ آئی،اورآپ نے اس کے مقصدکو پوراکردیا،تب وہاں سےتشریف لے گئے۔

غزوہ بدر میں دوصحابی عین جنگ کے وقت حاضر ہوئے،اورعرض کیا کہ ہم آپ کی مدد کے لئے آرہے تھے، راہ میں مشرکین نے گرفتارکرلیا، ہم نے ان سے کہا کہ ہم کورہا کردو،انہوں نے یہ شرط لگائی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہمراہ ہوکر جنگ نہ کریں گے، ہم نے وعدہ کرلیا، اب ارشادفرمائیے کہ ایسے وقت جبکہ مسلمانوں کوایک ایک نفر سے بڑی تقویت پہنچنے کی امید ہے، ہم دشمنوں کے مقابلہ میں جنگ کریں یاوعدہ کاایفاءکریں؟ آپ نے فرمایا کہ تم ہرگز جنگ میں شریک نہ ہواوروعدہ کا ایفاءکرو، ہماری مدد کے لئے خدائے تعالی کافی ہے۔مسلم باب الوفاءبالعہد جلد۳

نرمی ومہربانی:۔فبما رحمة من الله لنت لهم (پس اللہ کی مہربانی سے ہی تو ان کو نرم خو مل گیا)

عن عائشه رضی الله تعالی عنها ان النبی صلی الله علیه وسلم قال یا عائشة ان الله رفیق یحب الرفق (الحدیث) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ بلاشبہ اللہ تعالی رفیق ہے، اور نرمی ومہربانی ہی کو پسند کرتا ہے۔

حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے دس سال خدمت اقدس میں رہ کر خدمت گذاری کی، آپ نے مجھ کو کبھی نہی جھڑکا، اور نہ کسی کام کے نہ کرنے پر سوال یا تنبیہ کی۔ (طبرانی) انتہاء حیا کا یہ عالم تھا کہ اگر کسی معاملہ پر ناگواری کا اظہار فرماتے تو کبھی زبان مبارک سے تیز وتند الفاظ ظاہر نہ فرماتے، بلکہ مخاطبین آپ کے چہرہ مبارک سے آپ کی ناراضی کا اندازہ لگالیا کرتے تھے۔ مجمع الزوائد جلد ر ۹

ایک مرتبہ ایک بدوی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا، صحابہ دوڑے کہ اس کو پکڑیں، جھڑکیں اور ماریں۔ آپ نے ان کو ایسا کرنے سے روک دیا، جب وہ فارغ ہو گیا، تو اس کو قریب بلایا، اور نرمی سے فرمایا مسجد اس کام کے لئے نہیں ہے، اور پھر صحابہ کو حکم دیا کہ اس جگہ کو پاک کر دیں۔ بخاری

تواضع:ان الله اوحی الی ان تواضعوا (اللہ تعالی نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو)۔

عن ابی هريرة رضی الله تعالی عنه قال ان الله قد اذهب عنكم عبية الجاهلية و فخرها بالآباء مومن تقی و فاجر شقی انتم بنو آدم و آدم من تراب(ترمذی) قال ا ن الله اوحی الی ان تواضعوا حتی لا يبغی احد علی احدا ولا يفخر احد علی احد۔حضرت ابو ہریرہ ناقل ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالی نے تم سے جاہلیت کا فخر و کبر کھو دیا ہے، اور نسب کا فخر بھی مٹا دیا۔ اب انسان نیکوکار مومن ہے یا نافرمان بدبخت۔ تم سب آدم کی اولاد ہو، اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھ پر وحی کی ہے کہ تواضع اختیار کرو، تا آنکہ نہ کوئی کسی پر سرکشی کرے، اور نہ ایک دوسرے کے مقابلہ میں فخر کرے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا اور اپنے اہل وعیال کا کام اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے تھے، کپڑا خود سی لیتے تھے، جوتی خود گانٹھ لیتے تھے۔ (ترمذی و بخاری) صحابہ کے مجمع میں کبھی نمایاں ہو کر نہ بیٹھتے۔ (ابوداؤد، ابن ماجہ) ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے سامنے لایا گیا، وہ جلال نبوت سے کانپ رہا تھا، آپ نے ارشاد فرمایا: اطمینان رکھو اور طبیعت کو درست رکھو، میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں، قریش کی ایک عورت کا بیٹا ہوں جو سوکھا گوشت پکا کر کھایا کرتی تھی۔ طبرانی، مجمع الزوائد جلد ر ۹

اپنے نام میں زیادہ تعظیمی الفاظ کو بھی پسند نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ کسی شخص نے پکار کر کہا،، یا خیر البریہ،، اے مخلوق میں بہترین انسان، آپ نے فرمایا یہ شان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تھی۔ (مسند احمد جلد ر ۱) آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھ کو میرے مرتبہ سے زیادہ نہ بڑھاؤ۔ اللہ تعالی نے مجھ کو رسول بنانے سے پہلے بندہ بنایا ہے۔ طبرانی، مجمع الزوائد جاری۔۔۔

☆۔۔۔☆۔۔۔☆

قسط/۲

صحابہ کرام کا مقام عظمت

محمد سعید اللہ قاسمی مہراج گنجی

صحابہ کا مقام احادیث مبارکہ میں

حدیث(۱) **عن عائشة رضی الله عنها قالت: سأل رجل النبی صلی الله علیه وسلم أیّ الناس خیر؟ قال: القرن الذی أنا فیهم،ثم الثانی ثم الثالث** (مسلم ص/۳۱۰ ج/۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ سب سے بہتر کس زمانے کے لوگ ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ سب سے بہتر میرے زمانہ کے لوگ ہیں، پھر ان کے بعد کے زمانہ کے لوگ، پھر ان کے بعد کے زمانہ کے لوگ۔ صحیح بخاری کی ایک روایت کے الفاظ **خیر أمتی قرنی ثمّ الذین یلونهم ثم الذین یلونهم** ہیں،اسی طرح صحیح بخاری ہی کی ایک دوسری روایت کے الفاظ **خیر الناس قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم** ہیں۔سب ہی روایات کا حاصل یہ ہے کہ صحابہ کرام کی جماعت سب سے بہتر جماعت ہے، نیز صحابہ کرام کی افضلیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔

معارف الحدیث ص/۵۴۹ ج/۸

حدیث(۲) **عن ابی موسی الأشعری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم أنا أمنة لأصحابی، فأذا ذهبت أنا، أتی أصحابی ما یوعدون، وأصحابی أمنة لأمّتی، فإذا ذهب أصحابی أتی أمتی ما یوعدون** (مسلم ص۳۰۸ ج/۲) حضرت ابوموسی الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرا وجود و بقا میرے صحابہ کی حفاظت اور امن وسلامتی کا ذریعہ ہے، اور میرے صحابہ کا وجود میری امت کے امن وامان اور سلامتی کا ذریعہ ہے، میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد صحابہ پر وہ حوادث پیش آئیں گے، جن کے بارے میں میں آگاہ کر چکا ہوں، اور صحابہ کے دنیا سے ختم ہوجانے کے بعد پوری امت ان خطرات سے دوچار ہوگی، جس سے میں آگاہ کر چکا ہوں۔

امام نووی اس کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن خطرات سے آگاہ کیا تھا وہ واقع ہوئے، اور آپ کے بعد صحابہ کرام کی جماعت میں اختلاف رائے اور اس کے نتیجہ میں قتل وقتال اور فتنوں کا ظہور ہوا، اسی طرح صحابہ کرام کی جماعت کے دنیا سے رخصت ہوجانے کے بعد بدعات کا ظہور اور ان دینی فتنوں اور حوادث کا وقوع ہوا، جن کی نشاندہی آپ نے فرمادی تھی۔ (معارف الحدیث ص/۵۵۱ ج/۸)

حدیث(۳) عن أبی سعید الخدری قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا تسبّوا أحداً من أصحابی فإن احدکم لو أنفق مثل أ حد ذهباً ما أدرک مدّ أحدهم ولا نصیفه. (مسلم ص۳۱۰ ج ۲)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میرے صحابہ کو برا نہ کہو، حقیقت یہ ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے، تو اس کا ثواب میرے صحابہ کے ایک مد یا آدھے مد کے ثواب کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری ومسلم)

اس ارشاد کا پس منظر یہ ہے کہ حضرت خالد بن ولید اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے درمیان کوئی تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا تھا، اور حضرت خالد بن ولید نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو برا کہا، اس وقت آپ نے حضرت خالد بن ولید وغیرہ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ میرے صحابہ کو برا نہ کہو۔

مد اس زمانہ کے ایک پیمانہ کا نام ہے جس میں تقریباً ایک کلو وزن کے برابر جو وغیرہ آتا ہے، اور مراد نبوی صحابہ کے بلند و بالا مقام ومرتبہ کا تعین کرنا ہے، کہ ان لوگوں کے کمال اخلاص وللّٰہیت کی بنا پر ان کا ایک چھوٹا سا نیک عمل اپنے بعد والوں کے اسی طرح کے بڑے سے بڑے نیک عمل پر بھاری ہے۔

حدیث(۴) عن عبدالله بن مغفّل قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: الله الله فی أصحابی، لاتتّخذوهم غرضاً من بعدی، فمن أحبهم فبحبّی أحبهم، و من أبغضهم فببغضی أبغضهم، و من أذاهم فقد أ ذانی، و من أ ذانی فقد أذی الله، و من أذی الله فیوشک أن یأخذه. ترمذی ص ۲۲۶ ج ۲

حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے اصحاب (کی حقوق کی ادائیگی) کے بارے میں اللہ سے ڈرو، ان کو میرے بعد (سبّ وشتم اور طعن وتشنیع کے لئے) تختۂ مشق نہ بنانا، (اور یہ بھی سمجھ لو کہ) جس نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا، اور جس نے ان کو تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی، اور جس نے مجھے تکلیف پہنچائی اس نے اللہ کو تکلیف دی، اور اس کا پورا خطرہ ہے کہ (اللہ) ایسے شخص کو (دنیا وآخرت) میں مبتلائے عذاب کر دے۔

اس حدیث میں ایک طرف جہاں صحابہ کے بلند مقام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کے ساتھ غایت تعلق واضح ہوتا ہے، وہیں دوسری طرف بالکل صاف اور صریح انداز میں امت کو ان حضرات کے بارے میں انتہائی محتاط رہنے، ان کے حقوق کی ادائیگی، ان کی تعظیم وتکریم اور کسی بھی قسم کی بے توقیری سے بچے رہنے کی تاکید کی گئی ہے۔ ان کے بارے میں نامناسب کلمات کہنا، ان پر طعن کرنا، ان سے بغض رکھنا، ان کو نشانہ ملامت بنانا حرام ہے۔ ان کو ایذاء پہنچانا حقیقت میں اللہ کے رسول کو ایذاء دینا ہے۔ اور اس کا سلسلہ اللہ تک جا پہنچتا ہے، جس کے نتیجے میں انسان غضب خداوندی اور دنیوی یا اخروی عذاب کا نشانہ بنتا ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إذا رأیتهم ألذین یسبّون

أصحابی فقولوا لعنة الله علی شرّکم. (ترمذی) جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے اصحاب کے بارے میں برا بھلا کہ رہے ہیں تو کہو کہ اللہ تمہارے شر پر لعنت کرے۔ یعنی کسی ایسے شقی اور بد بخت سے صحبت اور تعلق رکھنے کے بجائے اس پر لعنت بھیج کر اس سے الگ ہو جاؤ۔ ابن عدی نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے بطریق مرفوع نقل کیا ہے: إن أشرار أمتی أجرأهم علی أصحابی. بلا شبہ میری امت کے برے لوگ وہ ہیں جو میرے اصحاب کے بارے میں گستاخ ہیں۔

حضرت سہل بن عبداللہ تستری فرماتے ہیں کہ اس شخص کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے والا ہرگز نہیں کہا جا سکتا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی توقیر نہ کی۔ امام دار الہجرت حضرت مالک بن انس صحابہ میں سے کسی کو بھی برا کہنے والے کے بارے میں فرماتے ہیں: من شتم أحداً من أصحاب ألنبی صلی الله علیه وسلم أبابكر أو عمر أو عثمان أو علی أو معاویة أو عمر بن العاص فإن قال شاتمهم: كانوا علی ضلال أو كفر قتل، وإن شتم بغیر هذین نكل نكالاً شدیداً. (شرح الشفاء ص ۵۵۷ ج ۲)

جس نے اصحاب نبی میں سے کسی کو، ابوبکر کو، عمر کو، عثمان کو، علی کو، معاویہ کو یا عمرو بن العاص کو برا بھلا کہا، تو اگر اس نے یہ کہا کہ یہ لوگ گمراہ تھے یا کافر تھے، تو اس شخص کو قتل کیا جائے گا، اور اگر اس کے علاوہ دوسری بات کہی تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

صاحب قرطبی علامہ رازی نے اپنی تفسیر میں قول خداوندی "فی بیوت أذن الله أن ترفع" کی تفسیر کے ذیل میں حضرت انس سے ایک روایت نقل کی ہے جس کے ابتدائی الفاظ حسب ذیل ہیں: من أحبّ الله عزّ و جل فلیحبّنی، و من أحبّنی فلیحبّ أصحابی، و من أحبّ أصحابی فلیحبّ القرآن، و من أحبّ القرآن فلیحبّ المساجد، فإنّه أفنیة الله. آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اللہ عزوجل سے محبت رکھتا ہے اسے چاہیے کہ مجھ سے محبت رکھے، اور جو مجھ سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ میرے اصحاب سے محبت رکھے، اور جو ان سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ قرآن سے محبت رکھے، اور جو قرآن سے محبت رکھے اسے چاہیئے کہ مساجد سے محبت رکھے کہ مسجدیں اللہ کا صحن (گھر) ہیں۔

علماء نے لکھا ہے: کسی ذات سے محبت کے صحیح وصادق ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ محبت محبوب کی ذات سے گذر کر اس کے متعلقین تک پہنچ جائے۔ پس حق تعالی سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے رسول سے بھی محبت ہو، اور رسول سے محبت کی علامت یہ ہے کہ اس کے آل واصحاب سے بھی محبت ہو۔

خلاصہ یہ کہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ صحابہ کرام سے بھی محبت ہو، صحابہ کرام سے بغض رکھتے ہوئے اللہ و رسول سے محبت کا دعوی گمراہ، باطل اور دنیا کو دھوکا دینا ہے۔

(۵) عن انس قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم مثل أصحابی فی أمتی كالملح فی الطعام، و لا الطعام إلا بالملح .مشكوة حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے

درمیان میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی سی ہے، کھانا اس وقت تک اچھا یعنی خوش ذائقہ نہیں ہوتا جب تک اس میں نمک نہ ہو۔ یعنی جس طرح کھانے میں نمک نہ ہونے سے کھانا بےلذت رہتا ہے، اسی طرح اگر امت محمدیہ میں سے صحابہ کرام کو الگ کر دیا جائے، تو اس امت کا کوئی مقام باقی نہیں رہتا۔ ہمارا سارا فخر واعزاز اور ساری خیر وصلاح انہیں مقدس نفوس کے دم سے ہے۔ وہی ساری خیر وبرکت اور مجد وشرف کا اصل سرچشمہ، اور ہماری روشن اور تابناک تاریخ کا جلی عنوان ہیں۔

(٦) عن عبد الله بن بريده عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ما من أحد من أصحابى يموت بأرض إلا بعث قائداً و نوراً لهم يوم القيمة . (رواہ الترمذی) حضرت عبداللہ بن بریدہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرے صحابہ میں سے جو شخص جس زمین میں مرے گا، وہاں اپنی قبر سے قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس زمین کے لوگوں کو جنت کی طرف کھینچ کر لے جانے والا ہوگا، اور ان کے لئے نور (یعنی جنت کا) راستہ دکھانے والا ہوگا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ میرے صحابہ میں سے کوئی شخص بھی کسی خطۂ ارض پر وفات پائے گا، وہ اس خطہ کے لوگوں کے لئے قیامت کے دن شفاعت کرے گا۔ (ابن عساکر عن بریدہ) نیز یہ روایت بھی ہے کہ میرے صحابہ میں سے جو شخص بھی کسی شہر میں وفات پائے گا وہ قیامت کے دن اس شہر والوں (یعنی وہاں کے ایمان والوں) کے لئے امان کا سبب بنے گا۔ ابن عساکر عن بریدہ

(٧) عن عمر بن الخطاب رضى الله عنه قال: قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: سألت ربّى عن اختلاف أصحابى من بعدى، فأوحى إلىّ يا محمد: إن أصحابك عندى بمنزلة النجوم فى السماء، بعضها أقوى من بعض، ولكل نور، فمن أخذ بشىء ممّا هم عليه من اختلافهم، فهو عندى على هدىً. حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا: میں نے اپنے پروردگار سے اپنے صحابہ کے درمیان اختلاف کے بارے میں پوچھا جو میرے بعد رونما ہوگا، تو اللہ تعالی نے وحی کے ذریعہ مجھ کو آگاہ کیا کہ اے محمد (شریعت کے فروعی مسائل میں) تمہارے سارے اصحاب میرے نزدیک آسمان کے ستاروں کی مانند ہیں، ان میں سے بعض بعض سے قوی ہوتے ہیں، لیکن روشنی ہر ایک کے لئے ہوتی ہے، پس جس نے صحابہ کے مابین مختلف فیہ مسائل میں سے جس کو بھی اختیار کیا، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح گھپ اندھیری رات میں آسمان پر چمکتے ہوئے ستارے مسافروں کو دریا و جنگل کے راستوں کا نشان بتاتے ہیں، اسی طرح صحابہ کرام بھی سچائی کے راستہ کو ظاہر کرنے، اور برائی کے اندھیروں کو دور کرنے والے ہیں۔ ان کے نورانی وجود، ان کے اخلاق وکردار اور ان کی روایات وتعلیمات کی روشنی میں راہ حق نمودار ہوتی ہے، اور بدی کا اندھیرا چھٹ جاتا ہے۔ اس حدیث سے واضح طور پر ہر ہر صحابی کا معیار حق اور راہ ہدایت کا راہبر ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اب رہا کہ حدیث میں مذکورہ اختلاف سے کس قسم کا اختلاف مراد ہے؟ تو اس کے متعلق علامہ جلال الدین افغانی نے لکھا ہے: اس سے مراد وہ اختلافات

ہیں جو دینی معاملات ومسائل کو لے کر صحابہ کے درمیان ہوئے، نہ کہ وہ اختلافات جو دنیوی معاملات ہوئے۔لیکن ملاعلی قاری علیہ الرحمہ رقم فرماتے ہیں: میرے نزدیک صحیح بات یہ ہے اس سے خلافت وامارت سے متعلق رونما ہونے والے اختلافات بھی فروع دین میں اختلاف،، کے ضمرے میں آتے ہیں، کیونکہ اس بارے میں ان کے درمیان جو اختلاف ہو وہ اجتہادی تھا، نہ کہ کسی دنیاوی غرض اور نفسانی جذبہ وخواہش کے تحت، جیسا کہ دنیاوی بادشاہوں کے یہاں ہوتا ہے۔

مظاہر حق جدید ملخصاً ص ۲۷۳/۵

(۸) عن أبی سعید الخدری رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم یأتی علی الناس زمان یبعث فیهم البعث،فیقولون: أنظروا هل تجدون منکم أحداً من أصحاب النبی صلی الله علیه وسلم؟فیوجد الرجل، فیفتح لهم به. (مسلم) حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ایک وقت ایسا آئیگا کہ مسلمانوں کا ایک لشکر (بغرض جہاد) روانہ کیا جائیگا، اور (بوقت جہاد) لوگ اس تلاش وجستجو میں ہوں گے کہ اس لشکر میں کوئی صحابی ہے؟ ایک صحابی اس لشکر میں مل جائیں گے، اور انہیں کی برکت سے اللہ تعالی مسلمانوں کے اس لشکر کو فتح نصیب فرمائیں گے۔

صحیح بخاری میں بھی یہ حدیث الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ صاحب روایت ہی سے مروی ہے۔ الغرض اس حدیث کا حاصل صحابہ کرام کی منقبت اوران کی خیر وبرکت کا اظہار ہے۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **من کان متاسیاً فلیتاس بأصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم،فإنهم أبرّ هذه الأمة قلوباً، وأعمقها علماً، وأقلها تکلفاً، وأقومها هدیاً، و أحسنها حالاً، قوم إختارهم الله لصحبة نبیه، وإقامة دینه، فاعرفوا لهم فضلهم، واتبعوا آثارهم، فإنهم کانوا علی الهدی المستقیم .**

جو شخص کسی کے نقش قدم پر چلنا چاہتا ہے تو اسے چاہئے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلے۔ کیونکہ یہ حضرات ساری امت سے زیادہ اپنے قلوب کے اعتبار سے پاک، اپنے علم کے اعتبار سے گہرے، تکلف و بناوٹ سے الگ تھلگ، عادت واطوار کے اعتبار سے معتدل، اور حالات وکردار کے اعتبار سے بہتر ہیں۔ یہ وہ قوم ہے جس کو اللہ تعالی نے اپنے نبی کی صحبت اور دین کی اقامت کے لئے منتخب فرمایا ہے، تم ان کی قدر پہچانو، اور ان کے اقوال وافعال کی پیروی کرو، کیونکہ یہی لوگ سیدھے راستے اور ہدایت پر ہیں۔

☆----☆----☆

قسط ۲/

اسلامی حکمرانوں سے مسلمانوں کی بے جا شکایت

مولانا مناظر احسن گیلانیؒ

پس واقعہ وہی ہے کہ خدا کو درمیان سے نکال کر سوچنے والے جب سوچیں گے تو اسی قسم کے ناقص ادھورے افکار ان کے دماغ میں آئیں گے؛ لیکن جو خدا کو مانتا ہے، خدا کی نگرانیوں پر یقین رکھتا ہے، وہ بہر حال قوموں کے ساتھ انصاف کرے گا، خواہ وہ ظلم کے کسی نقطہ تک چڑھ کر نہ پہنچ جائیں، ظالم خود تباہ نہیں ہوتا، خدا اسے تباہ کرتا ہے اور انصاف وعدالت خود کامیاب نہیں ہوتے، خدا ئی اس کی پشت پناہی کرتی ہے۔

جن دماغوں اور دلوں کی تربیت قرآنی منطق کے زیر اثر ہوئی ہے، وہ یہی سمجھتے ہیں، حق وانصاف، صداقت وعدالت خواہ بجائے خود جیسے قیمتی صفات بھی ہوں؛ لیکن ان بے جان اور بے روح اضافی صفات کو اعتماد اور بھروسہ کی آخری چٹان وہ کسی طرح نہیں بنا سکتے؛ بلکہ ان کی نظر ہمیشہ اس ہمہ شنوائی ہمہ بینائی، جیتی، جاگتی، حیّ قیوم ذات پر جمی رہتی ہے، جس کی حمایت اور نصرت کی دست گیریوں کو مظلوموں اور ستم دیدوں نے ہمیشہ اپنے سامنے بے حجاب پایا ہے، ایمانی بصیرت کی اسی روشنی کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ عہد و پیمان کے قصوں میں ذہنی محفوظات کی عصری آلودگیوں کو ان کی فطرت قطعاً برداشت نہیں کرسکتی نہ خود اس قسم کی گندگیوں کو اپنے دماغ کے کسی گوشہ میں چھپا رکھنے کو وہ جائز سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ معاہدہ کے دوسرے فریق کا دامن بھی ذہنی محفوظات کی ناپاکیوں سے پاک ہو، زبان سے جو کچھ کہا گیا ہے یا قلم سے جو کچھ لکھا گیا، ہم اس کی پابندی کریں گے، (۱) اس پر اتنا اصرار کیا گیا ہے کہ زبان یا اصطلاح ومحاورہ یا کسی دوسری وجہ سے مطلب سمجھے بغیر اگر معاہدے کو فریق نے تسلیم کر لیا ہو تو اس صورت میں بھی مسلمانوں سے ان کے دین کا مطالبہ ہے کہ بہر حال ان کو چاہئے کہ الفاظ کا جو اقتضاء ہو اسی کو پورا کریں، غیر مسلم اقوام سے ''قانون معاہدہ'' کے دفعات کی تفصیل کرتے ہوئے شمس الائمہ سرخسیؒ نے سیر کبیر میں ایک دفعہ یہ بھی درج کی ہے۔

انهم اذا لم يفهموا فانما كان ذلك بمعنى من المسلمين حيث نادوهم بلغة لا يعرفونها فلا يبطل

---

(۱) حدیث کی عام کتابوں میں یہ روایت پائی جاتی ہے کہ ایرانی علاقے کے بعض سپہ سالاروں کے نام حضرت عمر فاروقؓ کا یہ گشتی فرمان پہنچا کہ مترس (مت ڈر) کے فارسی لفظ کے کہہ دینے کے بعد کسی غیر مسلم پر اگر کوئی مسلمان سپاہی ہاتھ چھوڑے گا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا (جمع الفوائد ج ۲/ص ۱۳۲/بحوالہ مالک)

حکم الامان فی حقھم (سیر کبیر ج ۳ص ۱۹۰) معاہدہ کے غیر مسلم فریق کی سمجھ میں بات اگر نہ آئی تو یہ کوتاہی مسلمانوں کی طرف سے ہوئی کہ انہوں نے ایسی زبان میں ان کو خطاب کیا جسے وہ نہیں جانتے تھے، پس معاہدے کے الفاظ کی رو سے جس امن کے وہ مستحق ہو چکے ہیں، یہ حق ان کا باطل نہیں ہوسکتا۔

اسی موقع پر انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ غدر یعنی عہد شکنی ہی نہیں؛ بلکہ

التحرز عن صورۃ الغدر واجب عہد شکنی کی ظاہری شکل وصورت سے بھی پرہیز مسلمانوں کے لئے واجب ہے۔

فراخ قلبی، بلند نظری، علو حوصلہ کے یہ جذبات کیا ان لوگوں میں پیدا ہو سکتے ہیں، جو حق وصداقت، عدالت وانصاف کا رشتہ خدائے قادر وتوانا سے توڑ کر یہ باور کراتے پھرتے ہیں کہ ان کی کامیابیوں کی ضمانت حق وصداقت، عدالت وانصاف کے ان ہی الفاظ اور صرف الفاظ میں پوشیدہ ہے، ایسے الفاظ جن کے معانی کا صحیح تصور خود ان باور کرانے والوں کے دماغوں میں بھی پوچھنے کے بعد بسا اوقات پتہ چلتا ہے کہ نہیں پایا جاتا، کیا الفاظ نرے ان الفاظ سے آدمی کی عقلی فطرت میں زور بھرا جا سکتا ہے؟

کہنے والے جب کہتے ہیں کہ سچائی ہمارے ساتھ ہے، اس لئے ہماری کامیابی یقینی ہے تو اسی وقت کیا وہ یہ بھی نہیں سوچتے کہ سچائی کوئی مست ہاتھی نہیں ہے، جو دشمن کی صفوں میں گھس کر اس کی فوج اور فوج کے سپاہیوں کو اپنے پاؤں کے نیچے مسل ڈالے گا، یقیناً وہ جانتے ہیں کہ حق وصداقت کے الفاظ جوہری بم نہیں ہیں، جسے اٹھا کر وہ باطل پرستوں اور جھوٹ کے حامیوں پر دے ماریں گے اور یوں فتح منداور بامراد ہو کر میدان جنگ سے واپس لوٹیں گے۔

مگر کیا کیجئے حق وصداقت کا جو واقعی پشت پناہ اور عدالت وانصاف کا آخری سرپرست، ماوی وملجا ہے، اسی زندہ وخبیر و بصیر خدا؛ بلکہ اس کے خیال تک سے یہ خود بھڑ کتے ہیں اور دوسروں کو بھڑ کاتے ہیں، احتیاط کرتے ہیں کہ بات چیت یا عام تقریر و گفتگو میں بھی قرون وسطی کی اس فرسودہ یادگار کا ذکر بیسویں صدی کی ترقی یافتہ شائستہ مجلسوں میں نہ آنے پائے، وہ اپنے اسی ارحم الراحمین مالک وخالق سے روٹھے ہوئے ہیں، پھر یہ کیا عجیب تماشا ہے کہ جہاں قوت تھی؛ بلکہ اس کے سوا جہاں کہیں بھی قوت وطاقت کی نمائش کسی حیثیت سے بھی ہو رہی ہے، سب کا آخری سرچشمہ طاقت کا وہی آخری خزانہ ہے، اس سے بھاگ کر بے جان صفات؛ بلکہ ان بے جان صفات پر دلالت کرنے والے حق وصداقت کے الفاظ کی پناہ ڈھونڈھنے پر آج یہ مجبور نظر آتے ہیں، صفاتی تماثیل کی پوجنے والی قدیم قوموں اور ان ہی صفات پر دلالت کرنے والے لفظی پیکروں کے ان نئے پجاریوں میں بتایا جائے کہ آخر کیا فرق ہے لم تعبد ما لا یسمع ولا یبصر ولا یغنی عنك شیئا۔

دوسروں کے متعلق تو میں نہیں کہتا؛ لیکن میرا ذاتی حال تو یہ ہے کہ ان خدا بے زاروں سے جب کبھی ایسی باتیں سنتا ہوں مثلاً ان ہی میں بعض کہنے والے بے دھڑک کہہ اٹھتے ہیں کہ میں فطرۃً رجائی پیدا ہوا ہوں، رجائیت کے سوا میرے دل پر کبھی کسی دوسرے پہلو کا خطرہ بھی نہیں گذرا، قنوطیت (ناامیدی اور یاسیت) کے تصور کی بھی اپنے اندر گنجائش نہیں پاتا، امید پروردن کی ان باتوں یا اس قسم کی دوسری ادعائی لن ترانیوں کو جب کبھی میں نے سنا تو بے ساختہ میرا ذہن ان لڑ پڑنے والی

عورتوں کی طرف عموماً منتقل ہو گیا، جو غضبناک ہو کر اپنے پڑوسنوں کے متعلق کن فیکونی فرامین جاری کرنے میں کبھی مشغول ہو جاتی ہیں، کسی کو پاؤں (گوڑ) سے محروم کر دینے کا فیصلہ صرف ایک لفظ ''نگوڑے'' سے اور کسی کے دھڑ سے سر یا (منڈی) کے اتر جانے کا حکم فقط ''منڈی کاٹے'' کے تلفظ سے کر کے شاید یہ باور کر لیتی ہیں کہ واقعی قدرت کا قانون بجائے قدرت والے کے ان عورتوں کے ہی ہاتھوں میں دے دیا گیا ہے، اسی لئے وہی ہو بھی جاتا ہے، جو کچھ یہ کہتی ہیں یا کہہ بیٹھتی ہیں، (۱)

میں پوچھتا ہوں کہ رجائیت اور امید پروری کے جذبات کے تسلط کا ڈھنڈورا پیٹنے والے اس کے سوا اور کیا باور کرانا چاہتے ہیں کہ وہی ہو کر رہے گا اور ہمیشہ وہی ہوتا رہا یا ہو کر رہا ہے، جو ہم سوچتے رہے یا جس کی آرزو ہم پکارتے رہے، دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب بجز اس کے اور کیا ہوا کہ قدرت کے قوانین قدرت کے قبضہ اقتدار میں نہیں؛ بلکہ ہر اس شخص کے ہاتھ میں ہیں جس نے اعلان کر دیا ہو کہ میں رجائی یا رجائیت پرست واقع ہوا ہوں۔

عہد حاضر کے درحقیقت یہی عقلی مغالطے اور ذہنی ژولیدگیاں ہیں، جن میں الجھ کر اس زمانے کا انسان ان بلند حوصلوں سے محروم ہو گیا ہے، جن کے بل بوتے پر وہی کیا جاتا تھا، جو کہا جاتا تھا، بات کے دھنی اب جو پیدا نہیں ہوتے، چھوٹے ہی نہیں، بڑائی کے بلند سے بلند میناروں پر آج جو چڑھے نظر آرہے ہیں، ان تک کا یہی حال ہے کہ فریق مخالف زبان یا محاورے اصطلاحات وغیرہ کی ناواقفیت کی وجہ سے الفاظ کے جس مطلب کو نہیں سمجھ سکا ہے، ان کے اقتضاء کو تو یہ کیا پورا کریں گے، آئے دن یہ دیکھا جارہا ہے کہ طے کرنے کے بعد جن فقروں کے مقاصد و اغراض و معانی کے متعلق دورایوں کی بھی گنجائش کسی حیثیت سے نہیں نکل سکتی، ان پر بھی ان کی قلبی کمزوریاں ان کو جمنے نہیں دیتیں، مستقبل کا ابہام ہمیشہ ان کو ہول دل میں مبتلا رکھتا ہے، اسی کا نتیجہ ہے کہ معاہدہ کی مجلسوں سے نکلنے بھی نہیں پاتے کہ الفاظ کے الٹ پھیر سے نفع اٹھانے کی تدبیروں کو سوچنے لگتے ہیں، پھر ذہنی کرتبوں سے کام لے لے کر الفاظ کو معانی سے، معانی کو الفاظ سے بیگانہ بنانے کی ممکنہ کوششوں میں دیکھا جاتا ہے کہ یہ منہمک و مشغول ہیں، وہ باتیں بناتے ہیں، منہ زوریوں سے کام لیتے ہیں، چیختے چلاتے ہیں، بظاہر شاید یہ خیال کرتے ہیں کہ حقائق و واقعات کے ساتھ وہ تمسخر کر رہے ہیں؛ مگر شاید ان کو یہ محسوس نہیں ہو رہا ہے کہ حقائق و واقعات ہی نے ان کو اپنا مسخرہ بنا رکھا ہے، سچی بات تو یہ ہے کہ انسانیت کی ذہنی تنظیم میں آج جن بودی اور پھسپھسی قوتوں سے کام لینے والے کام لے رہے ہیں، اس کا آخری انجام اور لازمی نتیجہ یہی ہو سکتا تھا، وہی ہو کر رہا۔

☆-----☆-----☆

(۱) عورتوں کو ان کی چند خصوصی نسوانی کمزوریوں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ایک کمزوری کی تعبیر تکثر اللعن کے الفاظ سے رسالت مآب ﷺ نے جو فرمائی ہے، میرا خیال یہی ہے کہ کوسنے کی عام عادت عورتوں میں جو پائی جاتی ہے، غالباً یہ اسی کی طرف شاید اشارہ ہے، مردوں میں یہ عادت کم پائی جاتی ہے، اہمیت عورتوں کی اس بری عادت میں اسی لئے پیدا ہو گئی کہ قانون قدرت کو بجائے قدرت کے گویا اپنے ہاتھ میں لینا ہے؛ مگر عصر حاضر کے رجائی دعوی یا اسی نوعیت کے دوسرے بے سروپا بڑے بولوں کا مطلب وہاں تحلیل و تجزیہ کے بعد خود سوچئے کہ اس میں اور مذکورہ بالا نسوانی کمزوری کے مآل و حاصل میں کوئی زیادہ فرق ہے؟

نظریہ آخرت

مفتی محمد طالب قاسمی گورکھ پوری

آج ہم جس دور سے گزر رہے ہیں وہ ہر قسم کے افکار ونظریات کے ایسے حاملین پر مشتمل ہے، جو حریم فطرت میں جھانک کر قدرت کی صناعی وکاریگری میں غور وخوض اور تحقیق کرتے ہیں اور آثار ومظاہر کی چھان بین کرتے ہیں اور انہوں نے تقریبا اس بات پر اتفاق کرلیا ہے کہ یہ نظام عالم کسی نہ کسی دن درہم برہم ہوگا اور اس کی آنکھیں خیرہ کردینے والی چمک ایک دن تاریکیوں کے پردہ میں چلی جائے گی، زمین کی صلابت، سورج کی تمازت، آسمان کی رفعت، پہاڑوں کی ہیبت کسی روز اپنی اصلیت کھوکر ایک ذرہ حقیر سے بھی حقیر نظر آئے گی؛ لیکن اس نظامِ عالم کے ٹوٹنے پھوٹنے کے بعد کیا نوع انسانی کو کسی دوسرے مرحلہ حیات سے گزرنا پڑے گا اور اس عالم میں کیے اعمال وافعال کا مثبت یا منفی نتیجہ کا سامنا کرنا پڑے گا؟ اس سلسلے میں اگر ہم مذاہب وادیان اور مختلف افکار وخیالات رکھنے والے لوگوں کا جائزہ لیں گے تو قسم قسم کے نکتہائے نظر سامنے آئیں گے، جدید ذہنیت کے حاملین اور اکثر نکتہ دان، دانشوران اور مشینریوں کے پرستاران سرے سے اس عالم کے بعد کسی دوسرے عالم میں انتقال کا انکار کرتے ہیں اور اپنی تمام جولانگاہ کسی مشہور عالم کو قرار دیتے ہیں جبکہ خدا اللہ بھگوان یا ایشور پے یقین رکھنے والا کسی نہ کسی صورت میں اس عقیدہ کو ضرور جانتا اور مانتا ہے خواہ وہ یہودی ہو عیسائی ہو ہندو یا مسلم اس گفتگو میں سب سے پہلے ہم یہ بتلائیں گے کہ عقیدہ آخرت کیوں ضروری ہے اور عقلی طور پر اس کے دلائل وشواہد کیا ہیں؟

لازوال زندگی کا حصول: موت کا ڈر انسان کو بزدل بنادیتا ہے لیکن جب موت ایک لازوال زندگی سے ہمکنار کرنے والی ہو تو اس لازوال زندگی کا عقیدہ اس کے لئے نہایت خوبصورت ہے۔ آخرت پر نظر رکھتے ہوئے وہ صبر وتحمل کا انتہائی مظاہرہ کریگا جو حق کی راہ میں پیش آنے والی دشواریوں پر کرنا ہوگا۔ نیکی اور بھلائی کی رغبت: آخرت میں اپنے اعمال کے حساب کا احساس اسے نیکی کی طرف مائل کرتا ہے۔ ایسے ہی ایک بہتر معاشرے کی تشکیل کے لئے عقیدہ آخرت کے نتیجے میں برائی کا خاتمہ، احساس ذمہ داری، باہمی اخوت ومحبت جیسی باتیں وجود پذیر ہوں گی۔

اس عالم کے درہم برہم ہونے کے بعد جس عالم حیات سے نوع انسانی کو گزرنا پڑے گا اس سلسلے میں جو نظریہ قرآن پیش کرتا ہے وہ انتہائی صاف وشفاف بے داغ عقل وفہم کے حصار میں سمانے والا ہے اور عقیدے کی نزاکت اور اہمیت کے پیش نظر مفصل ومدلل بھی ہے جبکہ دیگر ادیان میں اس عقیدے کی پیش کردہ تصویر حد درجہ دھندلی اور غیر واضح ہے اور بعض مذاہب میں تو تحریف وتبدیلی کے نتیجے میں اس نظریے کی تفصیلات بالکل بدل کر رہ گئیں جو خلاف عقل وفہم ہونے کی وجہ سے اس نازک وادی میں مشعل راہ کا کام تو درکنار ضلالت اور گمراہی کا باعث ہیں قرآن نے جیسا کہ ہم نے بتلایا اس عقیدے کو انتہائی تفصیل اور تکمیل

کے ساتھ بیان کیا ہے قرآن پاک اس عقیدے کی شروعات اس نظام کائنات کے درہم برہم ہو جانے سے شروع کرتا ہے۔

وَاسْتَمِعْ يَوْمَ يُنَادِ الْمُنَادِ مِن مَّكَانٍ قَرِيبٍ. يَوْمَ يَسْمَعُونَ الصَّيْحَةَ بِالْحَقِّ ذَٰلِكَ يَوْمُ الْخُرُوجِ .إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ وَإِلَيْنَا الْمَصِيرُ. يَوْمَ تَشَقَّقُ الْأَرْضُ عَنْهُمْ سِرَاعًا ذَٰلِكَ حَشْرٌ عَلَيْنَا يَسِيرٌ(ق)

إذا زلزلت الأرض زلزالها،و اخرجت الأرض اثقالها و قال الانسان ما لها (زلزال)

اس مرحلے کے بعد بعد اللہ رب العزت انسانوں کو دوبارہ زندہ کریں گے اور یہاں سے انسانی حیات کے دوسرے لامتناہی اور لازوال دور کا آغاز ہوگا۔

اس مرحلے خوشگوار و ناخوشگوار کو طے کرنے کے بعد جزا و سزا کا ایک طویل وعریض میدان قائم ہوگا اور اس کائنات کا رب حقیقی اور مالک ذوالجلال والاکرام بحثیت جج اور منصف اپنے تخت پر جلوہ افروز ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا۔

هنالک تبلوا کل نفس ما اسلفت (یونس) کل نفس بما کسبت رهینة (مدثر)فمن یعمل مثقال ذرة خیرا یره و من یعمل مثقال ذرة شرا یره (زلزال)

اليوم تجزون بما كنتم تعملون (جاثية 10) جو تم کرتے تھے وہی آج بدلہ پاؤ گے۔

و لتجزی کل نفس بما تسعی (طه 10) ہر جان کو اس کا بدلہ دیا جائے جو وہ کرتی ہے۔

جس نے اس دنیا کو فانی سمجھا اور اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور بتائے ہوئے قانون کے مطابق زندگی گزاریں اسے اس دن انعام واکرام سے سرفراز کیا جائے گا اور جس نے برا عمل کیا اور شریعت کے حدود و قیود اور اس کے بنائے ہوئے قوانین کی پامالی کی وہ اس دن سخت عذاب میں مبتلا ہوگا۔

فاما من طغى و آثر الحيوة الدنيا فإن الجحيم هى الماوى . (النازعات)وجوه يومئذ مسفرة ضاحكة مستبشرة و وجوه يومئذ عليها غبرة ترهقها قترة أولئک هم الكفرة الفجرة (عبس)يوم تبيض وجوه و تسود وجوه فاما الذين اسودت وجوههم ا كفرتم بعد ايمانكم فذوقوا العذاب بما كنتم تكفرون و اما الذين ابيضت وجوههم ففى رحمة الله هم فيها خالدون(آل عمران)

اگر رب ذوالجلال اس دن اپنے علم کی بنیاد پہ حساب وکتاب لے اور انسان کو جزا وسزا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے تو اس میں اعتراض کی کوئی بات نہیں اور نہ ہی اسے خلاف عقل وفہم کہا جاسکتا ہے کیوں کہ شہادت اور گواہی کی احتیاج تو اسے ہوتی ہے جو معاملے سے ناواقف اور ناآشنا ہوتا ہے یہاں تو رب قدیر ہر معاملے اور اس کے مخفی گوشوں اور شوشوں کو کماحقہ جاننے والا ہے۔

لیکن حجت تام کرنے اور گستاخ اور منہ پھٹ انسان کا منہ بند کرنے کے لیے اللہ نے متعدد گواہیوں کا اہتمام کیا ہے

انسانی اعمال پہ سب سے پہلا گواہ اس کا نامہ اعمال ہوگا جسے دنیا میں اس کے ساتھ رہ کر کراما کاتبین نامی دو فرشتوں نے ہر ہر لمحے کی روداد قلمبند کی ہوگی۔

و ان علیکم لحافظین کراما کاتبین یعلمون ما تفعلون(انفطار)اذ یتلقی المتلقین عن الیمین و عن الشمال قعید (ق) پھر جب انسان ان سچی اور حق شہادتوں کو جھٹلائے گا اور سب کچھ جاننے اور پہچاننے کے باوجود زبان انکار سے چیخ اُٹھے گا۔

پکڑے جاتے ہیں فرشتوں کے لکھے پہ ناحق
آدمی کوئی ہمارا دم تحریر بھی تھا

خدائے وحدہ لاشریک جسے ماقبل و مابعد کے تمام امور کی خبر ہے،انسان کی زبان کو خاموش کرنے کے لئے اس کو قفل لگا دیں گے اور اس کی مانگ کہ آدمی ہمارا کوئی دم تحریر بھی تھا کو پورا کرنے کے لئے اس کے اعضاء کو قوت گویائی عطا کریں گے جو انسان کے ذریعے انجام پذیر ایک ایک واقعہ کو ایسے ہی بتلانا شروع کر دیں گے جیسے کہ اس کی زبان بولتی تھی۔

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (النور)الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَى أَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا أَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ أَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ (يس)وَيَوْمَ يُحْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ. حَتَّى إِذَا مَا جَاؤُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ . وَقَالُوا لِجُلُودِهِمْ لِمَ شَهِدتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوا أَنطَقَنَا اللَّهُ الَّذِي أَنطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ.(فصلت)

اکثر انسانوں کے اعمال اچھائی اور برائی کے مخلوطہ اور مجموعہ ہونگے اور زیادتی وکمی کے اعتبار سے جنت وجہنم کا فیصلہ کیا جائے گا کیوں کہ مادی چیزوں میں کمی بیشی معلوم کرنے کا ذریعہ تو میزان ہی ہے اس لئے اللہ رب العزت نے کمی زیادتی کے معلوم کرنے کو میزان اور تولنے سے استعارہ کیا ہے یا پھر یہ کہا جائے کہ اللہ رب العزت نے انسانی مزاج اور طبیعت کو سامنے رکھ کر ناپنے اور تولنے کے لئے اسی طرز کا جیسا کہ انسان دنیا میں استعمال کرتا تھا میزان اور ترازو بنائیں گے اور اس کے اعمال کو ناپیں گے اور تولیں گے۔

موجودہ زمانے میں غیر مادی چیزوں کے تولنے اور ناپنے کے آلات کی ایجادات نے اس آیت کی فہم کو آسان کر دیا ہے۔غرضیکہ ایک مکمل امتحان کے بعد سیاہ وسپید،رطب ویابس،نیک وبد اور خیر وشر کا یہ معرکہ ختم کر کے انہیں اعمال کے مطابق فردوس ودوزخ میں بھیجنا عقل انسانی کے عین مطابق ہے۔

☆------☆------☆

پیکر لطف و محبت

حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ابوبکر غازیپوریؒ

ہمارے عربی ادب کے استاذ حضرت مولانا وحید الزماں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں دارالعلوم دیوبند عربی زبان وادب کے اعتبار سے ایک مثالی درسگاہ بن گیا تھا، عربی انجمن النادی العربی دارالعلوم دیوبند میں بیسوں سے زائد مختلف زبانوں کی انجمنوں میں اس کا ایک خاص مقام تھا، اس انجمن کی جو اہمیت تھی وہ کسی اور کی نہ تھی، اس انجمن کا جو معتمد ہوتا تھا، اس کی بھی بڑی اہمیت ہوتی تھی، عربی شعبہ کے تمام طلبہ اس کا احترام کرتے تھے، عربی اجلاسوں کا وہی ذمہ دار ہوتا، حضرت استاذ رحمۃ اللہ علیہ کی ذمہ داری ہوتی، سال میں النادی العربی کے تین اجلاس ہوتے تھے، ایک سال کے شروع میں، ایک وسط میں اور آخری اجلاس سالانہ امتحان کے موقع پر ہوتا، یہ تینوں اجلاس معتمد النادی العربی کے زیر اہتمام ہوتے تھے، تینوں اجلاس بڑے اہم اور بڑی شان کے ہوتے تھے، خصوصا آخری اجلاس تو بہت ہی شان دار ہوتا، دارالعلوم کے بیشتر اساتذہ اس اجلاس میں شریک ہوتے، اور طلبہ کی تقریروں اور مکالمات سے سب محظوظ ہوتے، تقریر کرنے والے طلبہ بھی بڑے باصلاحیت ہوتے اور ان جلسوں میں ان کی عربی زبان وادب پر ان کی قدر وصلاحیت کا تعلق بس دیکھنے اور ان کی تقریروں کو سننے سے ہوتا۔

ایک سال کا ذکر ہے کہ النادی العربی کا معتمد میں تھا، میرے ایک دوست تھے محمد اسرار بجنوری (۱) جو بڑے باصلاحیت تھے، مگر اتنے ہی شریر بھی، کوٹ کوٹ کر ان کے اندر شرارت بھری ہوئی تھی، ہمارے استاذ مولانا وحید الزماں صاحب ان کی ہر روز نت نئی شرارتوں سے عاجز تھے، جس روز مولوی اسرار کو مولانا کی غصہ والی تقریر و گفتگو سننے کا شوق ہوتا اس روز وہ کوئی عجیب سی شرارت کرتے اور ہم لوگوں سے کہتے کہ آج سبق نہیں پڑھایا جائے گا، مولانا کہ غصہ والی گفتگو سنی جائے گی، مولانا مرحوم جب غصہ میں عربی بولتے تو اس کا رنگ بس سننے اور دیکھنے سے ہوتا، کبھی کبھی پورا گھنٹہ ہو جاتا مگر ان کی ڈانٹ ڈپٹ کا محمد اسرار پر کوئی اثر نہ ہوتا، جس سال میں النادی العربی کا معتمد تھا، میرے ہی اہتمام میں اور حضرت مولانا مرحوم کی نگرانی میں النادی کا سالانہ اجلاس ہونا تھا، اجلاس کی تیاری زوروں شوروں پر تھی، کہ دیکھا کہ ایک روز محمد اسرار منہ بنائے ہوئے میرے

---

(۱) میرے یہ دوست اب نہ معلوم کہاں ہیں، دیوبند سے پڑھ کر وہ مدینہ یونیوسٹی سے فارغ ہوئے، پھر شاید مصر گئے اور پھر لندن چلے گئے تھے، بڑے ذی صلاحیت تھے اور ظرافت بھری طبیعت کے مالک تھے، میرے ساتھ ان کا گہرا تعلق تھا، دارالعلوم دیوبند سے ان کے جانے کے بعد اب تک میری ملاقات ان سے نہ ہو سکی ہے۔ (اور اب تو ملاقات ہو بھی نہیں سکتی، شکوہ کرنے والے خود ہی علیین کے مزے لوٹ رہے ہیں۔ م ف ق)

پاس آئے اور کہا کہ ''مولانا'' النادی کے اجلاس میں مجھے شریک نہیں کررہے ہیں، اگر تم مولانا سے سفارش کرو تو مجھے اجازت مل سکتی ہے، میں نے ان کی تقریر دیکھی بڑی اچھی تھی، پھر مولانا مرحوم کے پاس میں گیا، اور میں نے عرض کیا کہ اسرار بھی اس اجلاس میں حصہ لینا چاہتا ہے، مگر وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ نے انھیں منع کردیا ہے، تو مولانا نے فرمایا: میں نے اس کو منع کردیا کہ تم کو اس اجلاس میں شریک نہیں کیا جائے گا نہ معلوم تم اجلاس میں کیا بک دو، اور النادی کے لے زحمت پیدا کردو، میں نے مولانا سے عرض کیا کہ حضرت میں ان کی تقریر دیکھ چکا ہوں، بہترین تقریر ہے، اور لب ولہجہ تو آپ جانتے ہی ہیں، مولانا نے فرمایا کہ تم کو یقین ہے کہ وہ کوئی شرارت نہیں کرے گا، میں نے عرض کیا کہ حضرت میں نے اس کی تقریر دیکھی ہے، وہ لکھی ہوئی تقریر ہے، اسکا ایک ایک حرف دیکھ چکا ہوں، ان شاء اللہ کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہوگی، مولانا مرحوم نے فرمایا کہ ٹھیک ہے، جب تم کو اطمینان ہے تو تم اس کو بھی شریک کرلو، اور مقررین کی فہرست میں اس کا نام لکھ دو، میں نے محمد اسرار کو جاکر اس کی خوش خبری سنائی وہ خوش ہوگئے، اور میرا شکریہ بڑے بے ڈھنگے طریقہ سے ادا کیا، یعنی میری ٹوپی اپنے سالن میں جو وہ مطبخ سے لائے تھے ڈبو کر خوب لت پت کیا اور ٹوپی بھی پھینک دی اور اپنا سالن بھی پھینک دیا،، بہر حال اسی شب کو دارالحدیث تحتانی ہال میں النادی کا اجلاس ہوا، طلبہ نے ہال خوب سجا رکھا تھا، بڑا شاندار منظر تھا، نائب مہتمم مولانا معراج الحق صاحب کے علاوہ دارالعلوم کے بیشتر اساتذہ شریک تھے، طلبہ اپنی اپنی صلاحیتوں کا اظہار کررہے تھے، ہر استاذ اور خصوصا حضرت مولانا وحید الزماں صاحب لڑکوں کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اور اپنی محنت کا پھل اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرکے ان کا چہرہ بھی خوشیوں سے دمک رہا تھا۔

جب محمد اسرار شیر کوٹی کا نام تقریر کے لئے پکارا گیا اور پکارنے والے نے کہا: **الآن نقدم امام حضراتکم الاخ محمد اسرار الشیر کوٹی للخطاب ، فلیتفضل**، تو اسرار بڑی شان سے چہرہ پر مسکراہٹ لئے حاضر ہوئے، اور جو تقریر شروع کی تو میں بھی حیران، سارا مجمع حیران، حضرت مولانا معراج الحق صاحب کے چہرہ پر خفگی کے آثار، حضرت مولانا وحید الزماں صاحب مرحوم کا بھی چہرہ غصہ سے لال سرخ، میری طرف بڑی تیز نگاہ سے دیکھ رہے تھے، اور اسرار شیر کوٹی ان سب سے بے پرواہ اپنی روانی میں تقریر کئے جارہے ہیں، مجھے جو تقریر دکھائی تھی اس کا تو کہیں ایک لفظ نہیں تھا، ان کی تقریر برجستہ تھی، اور اس کا حاصل یہ تھا کہ دارالعلوم کے فلاں نظام میں یہ خرابی ہے، فلاں شعبہ میں فلاں بگاڑ ہے، فلں مدرس ایسا ہے اور فلاں مدرس ایسا ہے، مطبخ کا کھانا قابل اصلاح ہے، غرض کہ دارالعلوم کے نظام پر وہ اپنی تقریر میں برس رہے تھے، اور انداز ایسا خطیبانہ اور ایسا شاندار کہ مولانا مرحوم بھی ان کو روک نہیں پارہے تھے۔

خیر جلسہ کے اختتام پر میں حضرت مولانا مرحوم کے پاس رات ہی میں شرمندہ شرمندہ حاضر ہوا، اور میں نے عرض کیا کہ اسرار نے مجھے دوسری تقریر دکھلائی تھی، مولانا نے فرمایا مجھے اندازہ تھا کہ وہ شرارت ضرور کرے گا، اس سے زیادہ مولانا نے کچھ نہیں کہا، اصل بات جو مجھے عرض کرنی ہے جس کے لئے بظاہر عنوان سے بلا جوڑ لمبی تمہید باندھی گئی ہے، اب سنئے کہ اسی کو سنانا ہے۔

دارالعلوم کے نائب مہتمم حضرت مولانا معراج الحق صاحب کو النادی العربی کے اجلاسوں سے کوئی بہت زیادہ خوشی نہیں ہوتی تھی، غالباً ان کو طلبہ کا عربی زبان سے اس درجہ لگاؤ اور تعلق دوسرے اسباق کے لئے مضر معلوم ہوتا تھا، اس کے باوجود وہ النادی کے اجلاسوں میں شریک ضرور ہوتے تھے، جس شب کا یہ قصہ ہے اس کی صبح کو حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ نے دفتر اہتمام میں حضرت قاری صاحبؒ کو بتلایا کہ رات النادی کے جلسہ میں دارالعلوم کے اہتمام اور اس کے اساتذہ وملازمین پر زبردست تنقید ہوئی ہے، حضرت قاری صاحبؒ نے اس کی تحقیق کے لئے دفتر اہتمام میں مولانا وحیدالزماں صاحبؒ کو بلایا تو وہی مولانا وحیدالزاں صاحب جو رات اسرار بجنوری کی اس تقریر سے بہت خفا تھے اب وہ حضرت قاری صاحبؒ سے یہ کہہ رہے تھے کہ جی حضرت اسرار نے تقریر کی ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ اسرار نے جو کچھ کہا ہے ٹھیک کہا ہے، اس تقریر کا ٹیپ موجود ہے، منگوا کر آپ سن لیں، مولانا معراج الحق صاحبؒ حضرت مولانا کی یہ بات سن کر ہکا بکا رہ گئے، حضرت قاری صاحبؒ، مولانا معراج الحق صاحبؒ، مولانا وحیدالزماں صاحبؒ اور بہت سے دیگر ملازمین اور اساتذہ کرام کی موجودگی میں وہ تقریر سنی جانے لگی، اسرار کا جوش بیان اور انداز خطابت، فصاحت و بلاغت سے بھری تقریر اور اس تقریر میں اہتمام اور دارالعلوم کے دیگر شعبوں پر تنقید، اساتذہ کرام کے بارے میں ان کا تبصرہ حضرت مولانا قاری صاحبؒ سن رہے تھے اور مسکرا رہے تھے، نہ غصہ، اور نہ چہرہ پر خفگی کا اثر۔ دارالعلوم کے ایک ہونہار طالب علم کا یہ انداز خطابت، جوش وولولہ وجرات اور اس کی طلاقت لسانی بے تکلف عربی میں اپنے مافی الضمیر کی ادائیگی نے حضرت قاری صاحبؒ کے چہرہ پر خوشیاں بکھیر دی تھی، جب اس کی تقریر ختم ہوئی تو حضرت قاری صاحبؒ نے حضرت مولانا معراج الحق صاحبؒ کو مخاطب کرتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ ''مولانا معراج الحق صاحب! لڑکے نے بات تو ٹھیک ہی کہی ہے، ہم لوگوں کو بھی اپنا احتساب کرتے رہنا چاہئے، اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنا چاہیے، اس لڑکے نے ہم کو ہماری ذمہ داریوں کی طرف توجہ دلائی ہے'' بس اتنا کچھ فرمایا اور اس سے زیادہ کچھ نہیں، اور میں حضرت قاری صاحبؒ کی عظمت، ان کی وسعت ظرفی، حوصلہ مندی اور اعتراف حقیقت اور طلبائے دارالعلوم کی قدردانی کی بلندیوں کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا رہا، مجھے اس کا کوئی کنارہ نظر نہیں آرہا تھا، اور میری زبان پر یہ مصرع تھا:

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ـــــــــــــــ ملنے کے نہیں، نایاب ہیں ہم

آج بھی دارالعلوم کا منصب اہتمام کا عہدہ خالی ہے، اتنے ہی باعظمت، باحوصلہ، لطف وکرم کے پیکر، طلبہ کے ساتھ شفقت ومحبت کرنے والے ایسے ہی مہتمم کی ضرورت ہے، تبھی دارالعلوم کی عظمت اور اس کی شہرت باقی رہے گی، خداوند قدوس غیب سے ایسے رجل رشید مہتمم کو اپنی قدرت سے دارالعلوم کے لئے ظاہر فرمادے۔

☆------☆------☆

قسط ۲

محبتوں کے نادر نمونے

محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری
معاون مدیر:۔ ماہنامہ المناظر

کسی کے شوق میں تو نے مزے ستم کے لئے !....... وہ جسے سرزمین حبشہ کی سنگلاخ زمین سے اٹھایا گیا تھا، قدرت جس کے قلب وجگر کو ایمان اور اسلام کا گہوارہ بنا چکی تھی، جو مختلف افراد کی غلامی سے گزرتا ہوا اسلام دشمن امیہ بن خلف کا غلام بنا تھا، جس کا دل اسلام کی پناہ اس وقت حاصل کر چکا تھا، جب عرب کے اکثر و بیشتر افراد ضلالت وگمراہی کا علم بلند کیے ہوئے تھے، اور اس اندھیرے غار کی طرف دوڑ رہے تھے، جس اندھیرے غار سے انھیں نکالنے کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے اپنے محبوب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا، جس نے اسلام میں سب سے پہلے اللہ اکبر کہہ کر خدائے واحد کی بڑائی کا اعلان کیا تھا، جس اعلان کو آج بھی ہر دن، ہر جگہ مختلف اوقات میں پانچ مرتبہ دہرایا جاتا ہے، جس نے اسلام کی غلامی اختیار کی تو اس سے استفسار کیا جانے لگا، بلال! مجھے اپنا وہ محبوب عمل بتاؤ جس کی وجہ سے میں نے تیرے قدموں کی چاپ جنت میں اپنے آگے سنی ہے، وہ حبشی بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) جس کی پوری زندگی ظلم وستم کے دلخراش واقعات سے پر ہو، وہ اپنے نیک اعمال کیا بتلاتا، فرمانے لگے، میرا کوئی عمل ایسا نہیں جس کی وجہ سے میرے قدم آپ سے آگے بڑھنے لگے، البتہ میں نے رات اور دن میں جب بھی وضو کیا ہے تو میں نے دو رکعت نفل ضرور پڑھی ہے، اسی طرح جب بھی میں نے اذان دی ہے دو رکعت ضرور پڑھی ہے، اور جب بھی میں نے نیا وضو کیا ہے، دو رکعت ضرور پڑھی ہے۔

مکہ فتح ہو چکا ہے، بت اوندھے منہ گر چکے ہیں، خانہ کعبہ کو آلودگیوں سے پاک کیا جا چکا ہے، اسلام دشمن افراد اور ظلم و ستم کرنے والوں کو معافی کا پروانہ عطا کیا جا چکا ہے، ظہر کی نماز کا وقت ہے، لوگوں نے اسلام کی عظمت و بلندی کا وہ ایسا نظارہ دیکھا کہ اہل فضیلت مہاجرین وانصار کی موجودگی میں برسوں بتخانہ رہنے والا کعبہ محترم۔ اسی حبشی بلال کی پرسوز آواز سے گونج اٹھتا ہے، یہی غلام ہے جس کے لئے سیدنا (ہمارے آقا) کی ورد سے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کی زبان نہیں تھکتی ہے۔

حضور کی وفات کے بعد حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو حضور کی محبت کا ہر آن دم بھرتے تھے، جن کی نگاہیں نماز کے درمیان بھی حضور کے پرنور چہرے کی زیارت کیا کرتی تھیں، ان نگاہوں کو اب وہ منظر میسر نہ تھا، جس کے چلنے پھرنے، اٹھنے بیٹھنے، اقوال واعمال کو اپنا کر صحابہ کرام نے اقوام عالم پر اپنا سکہ جمایا تھا، وہ ذات اب ان کے درمیان نہ تھی، تھے تو صرف اور

صرف اس کے چھوڑے ہوئے انمٹ نقوش، اور وہی انمٹ نقوش اس ذات بابرکات کی یاد دلاتے رہتے تھے، جس کی وجہ سے دل زخمی، سینہ چھلنی، طبیعت بوجھل، مدینے میں ٹھہرنا محال اور مشکل ہوگیا تھا۔

شام کا قصد کرلیا گیا اور وہیں سکونت اختیار کرلی گئی، مدتوں بعد جس کی وجہ سے مدینے کی سکونت ترک کرکے شام میں سکونت اختیار کی گئی تھی، خواب میں ان الفاظ کے ساتھ شکوہ کرتا ہے، بلال (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کیا میری یاد بھی نہیں آتی ؟ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ تم میری زیارت کو آؤ، با دل ناخواستہ رنج والم میں بیدار ہوئے بے قرار دل کے ساتھ مدینے کی طرف چل نکلے، روضہ رسول سے برسوں کی جدائی کا فاصلہ یکلخت ختم ہوگیا، زندگی اتنی تیز چلی کہ برسوں کا سفر لمحوں میں سمٹ گیا، حضور کے ساتھ گزارے ہوئے ایام یادوں کے جھروکوں سے نکل کر نظروں کے سامنے پھرنے لگے، چہرے پر آنسوؤں کی لڑیاں گرنے لگیں، قبر اطہر پر چہرہ رکھ کر رونے لگے، برسوں کا بندھا ہوا ضبط ٹوٹ گیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدینہ آمد نے لوگوں کے چہرے پر خوشیاں بکھیر دیں، نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سینے سے لپٹا لیا، اذان کی فرمائش کی گئی، جو قبول کرلی گئی اور قبول کیوں نہ کی جاتی سب کچھ تو انھیں کے نانا کے ذریعہ عطا ہوا تھا۔ برسوں کے بعد مدینہ میں اذان بلالی کی گونج سنائی دی، حضور کی یاد آئی اور سب غمگین ہوگئے اور ایسے غمگین ہوئے کہ پھر اتنی عورتیں مدینہ میں روتی ہوئی نہ دیکھی گئیں۔

کسی پوچھنے والے نے پوچھا اچھا اب آرام وسکون کی زندگی میسر ہے، اللہ کے کلمہ کا بول بالا چہار دانگ عالم میں پھیل چکا ہے جوق در جوق افراد دامن اسلام سے وابستہ ہوچکے ہیں، اب عبادت کے لئے کسی کا خوف دامن گیر نہیں، اب آپ بتائیے کہ لذت آشنائی کا کیا عالم ہے؟ جواب دیا گیا اے میرے بھائی! ہاں سب کچھ میسر ہے؛ لیکن آشنائی کی وہ لذت جب امیہ ابن خلف مارتے مارتے رسیوں میں باندھ کر اوباش بچوں کے حوالے کرتا تھا جو مجھے پہاڑوں اور میدانوں میں لئے پھرتے تھے گویا میں ان کے لئے ایک کھلونا تھا، جب مجھے جلتے ہوئے شعلوں پر لٹاتا اور وہ میری پیٹھ کے نیچے ہی سرد ہوجاتے تھے، مجھے کھال میں لپیٹ کر اور کبھی لوہے کی زرہ پہنا کر چلچلاتی سخت دھوپ میں بٹھاتا تھا، اس وقت جب میں کفار کے جواب میں خدا کی وحدانیت لفظ احد کے ذریعہ بیان کرتا تھا اس آشنائی کی لذت اب میسر نہیں ہے۔ اقبال نے بھی انھیں کے لئے کہا تھا ستم نہ ہوتو محبت میں کچھ مزا ہی نہیں۔

وہ مزا دیا تڑپ نے یہ آرزو ہے یارب
مرے دونوں پہلوؤں میں دل بے قرار ہوتا

دنیائے عاشقی میں ہیجان ہونہ جائے!...... حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور دودھ شریک رضاعی بھائی ہیں، جنہیں ابولہب کی باندی ثویبیہ نے دودھ پلایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دو سال پہلے اس دنیا میں آنکھیں کھولیں، عرب کے اسی تاریک ماحول میں پرورش پائی اور یہی رنگ ان پر چڑھ بھی گیا، تیر اندازی اور نیزہ بازی میں کمال

حاصل ہے جنہیں شکار کا شوق ہے، شکار کو جاتے ہوئے اور شکار سے واپس آتے ہوئے بیت اللہ کا طواف کرنا ان کی عادت میں شامل ہے، عربی عصبیت اور غیرت کی وجہ سے دوسرے عربوں سے ممتاز ہیں، اسلام کی صدائے بازگشت سے برگشتہ بھی ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کے لئے ابوجہل ایک نام ہے جس کے دل اور کان پر مہر لگ چکی ہے جس کی کوشش ہے کہ اسلام کی صدائے بازگشت سے کسی کے کان آشنا نہ ہوسکیں جو بازاروں اور گلیوں میں اعلان کرتا ہوا گزرتا ہے کہ مکہ میں ایک کاہن، دیوانہ اور ایک جادوگر آیا ہوا ہے جس کے کلام کی بازی گری اور جس کے جادو کی جادگری دیکھ اور سن کر، لوگ اپنے دین کو چھوڑ بیٹھتے ہیں اور اپنے ہی معبودوں کی تکذیب کرنے لگتے ہیں لات وہبل کی قسم تم ایسے شخص کے قریب بھی مت جانا، جس کے ظلم و زیادتی کا نشانہ مسلمان آئے دن ہوتے رہتے ہیں صحن حرم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہفوات سناتا ہے، پاگل اور دیوانہ، کاہن اور مجنوں کے القاب سے نوازتا ہے، خدا کی وحدانیت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کا انکار کرتا ہے، حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ عادت کے مطابق شکار سے واپسی پر صحن حرم میں طواف کے لئے پہنچتے ہیں تو ایک باندی ان کی غیرت وحمیت کو عار دلاتے ہوئے کہتی ہے، کاش! تم اپنے مرحوم بھائی کی اولاد کے دکھ کو جان سکتے، اس کی تکلیف کا اندازہ لگا سکتے ہیں، اس مصیبت اور پریشانی سے باخبر رہتے جو آج ان کو ابوجہل نے اسی جگہ پہنچائی ہے، غیر تمند عرب کی عربی حمیت پھڑک پڑتی ہے اور بھتیجے کی محبت بیدار ہوجاتی ہے، صحن حرم میں لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے ابوجہل کے پاس پہنچتے ہیں اور وہی کمان اس کے سر پر دے مارتے ہیں جس کی وجہ سے خون کی پھواریں بہہ پڑتی ہیں، یہ خون کی بوند ہے، جو اسلام کی مخالفت کرنے والے سردار کے سر سے بہہ کر صحن حرم میں گری ہے، یہ خون کی بوند جو حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کے ذریعے گرائی گئی تھی، وہ اس واقعہ کی پیشگی اطلاع تھی کہ تجھ جیسے مغرور متکبر سرداروں کا سر بدر میں قلم کردیا جائے گا وہ اس بات کا اعلان تھا کہ عنقریب کفر کی تاریکی اور مکہ کی ظلمت سے ایمان کے نور کی ایسی روشنی پھیلے گی جو اطراف عالم میں بسنے والے انسانوں کے قلب ونظر کو چمکا دے گی، صحن حرم میں گرنے والا خون اس بات کی تمہید تھا کہ آنے والے وقت میں یہ اعلان کیا جائے گا کہ آج جو صحن حرم میں داخل ہوجائے گا وہ مامون ہے اس سے کوئی باز پرس نہ ہوگی، سردار مکہ کے سر سے خون کا نکلنا آسمان کا زمین پر گرنا تھا، صحن حرم لوگوں سے بھر جاتا ہے اور یہ آوازیں بلند ہوتی ہیں کہ آج حمزہ اپنے دین سے پھر گیا انہیں آوازوں میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالی عنہ کی آواز بھی گونجتی ہے، میں نے اپنے بھتیجے کی سچائی کو جان لیا ہے میں نے اس کی حقانیت کو پہچان لیا ہے اور میں اسی کے دین پر ہوں، ابوجہل کا بڑھا ہوا کفر ایک شخص کا ایمان بن چکا ہے۔ (اسد الغابہ ص/۲۹۹)

جاری۔۔۔۔

☆۔۔۔۔۔۔☆۔۔۔۔۔۔☆

قسط/۲

پیشین گوئیوں کی کہانی

محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری

معاون مدیر:۔ ماہنامہ المناظر

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے تو اس غیر مہذب دور میں خطۂ زمین پر دو حکومتیں مضبوط اور طاقت ور ترین تھیں، جو ترقی پذیر ہی نہیں بلکہ ترقی یافتہ شمار کی جاتی تھیں۔ جس کے بسنے والے نشاط بزم وطرب جب آراستہ کرتے تو جنت کا سا سماں محسوس ہوتا، دولت وثروت، عزت وشہرت میں وہ آسمان کی بلندی پر فائز تھے، طاقت وقوت، بہادری اور ہٹ دھرمی ان کے خون میں شامل تھی، مصنوعی تہذیبوں کے دامن سے وہ ایسے لپٹے ہوئے تھے کہ سخت مجبوری اور بے کسی کی حالت میں بھی وہ اس سے علاحدہ ہونا نہیں چاہتے تھے۔

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کی کتاب (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر) سے ان کی عیاشی اور عیش پرستی کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے:

''سلاطین روم اور شاہان ایران اور ان کے امراء ورؤساء خواب غفلت میں پڑے تھے، لذت اندوزی کے سوا انھیں کسی بات کی فکر نہ تھی، عیاشی کی وہ انتہا تھی کہ قیاس کام نہیں کرتا، تکلفات زندگی تعیّشات اور سامان آرائش کی وہ بہتات تھی اور اس میں ان باریکیوں اور نکتہ سنجیوں سے کام لیا جاتا تھا کہ عقل حیران رہ جاتی ہے۔ پارسی مورخ شاہین مکاریوس کے بیان کے مطابق ''کسریٰ پرویز کے پاس بارہ ہزار عورتیں تھیں، پچاس ہزار اصیل گھوڑے، اس قدر سامان تعیش، محلات نقد وجواہرات تھے کہ ان کا اندازہ مشکل ہے، اس کا محل اپنی شان وشکوہ اور عظمت میں جواب نہیں رکھتا۔ مکاریوس لکھتا ہے کہ تاریخ میں مثال نہیں ملتی کہ کسی بادشاہ نے شاہان ایران کی طرح داد عیش دی ہو، جن کے پاس تحائف اور خراج کی رقمیں ان تمام شہروں سے آتی تھیں جو شرق اوسط اور مشرق اقصی کے درمیاں واقع تھے''۔

تاریخ وروایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ عیش پسندی اور نفاست میں بہت آگے نکل چکے تھے، حضرت حسان بن ثابتؓ نے (جنہوں نے اسلام سے پہلے غسانی امراء کی مجلسوں میں شرکت کی تھی) جبلہ بن الایہم غسانی کی مجلس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

''میں نے دس باندیاں دیکھیں جن میں پانچ روم کی تھیں جو بربط پر گا رہی تھیں، اور پانچ وہ تھیں جو اہل حیرہ کے دھن میں گا رہی تھیں، جنہیں عرب سردار ایاس بن قبیصہ نے تحفۃً بھیجا تھا، اسکے علاوہ عرب کے علاقہ مکہ وغیرہ سے بھی گویوں کی

ٹولیاں جاتی تھیں، جبلہ جب شراب نوشی کے لئے بیٹھتا تو اس کے نیچے فرش پر قسم قسم کے پھول، چمبیلی، جوہی وغیرہ بچھا دیئے جاتے اور سونے چاندی کے ظروف میں مشک وعنبر لگا دیئے جاتے، چاندی کی طشتریوں میں مشک خالص لایا جاتا؛ اگر جاڑوں کا زمانہ ہوتا تو عود جلایا جاتا؛ اگر گرمیوں کا موسم ہوتا تو برف بچھائی جاتی، اور اس کے اور اس کے ہم نشینوں کے لئے گرمیوں کا لباس آتا جس کو وہ اپنے اوپر ڈال لیتا، جاڑوں میں سمور، قیمتی کھالوں اور دوسرے گرم لباس حاضر کئے جاتے''۔

مدائن کی شکست کے بعد یزدگرد جب دارالسلطنت چھوڑ کر بھاگا اور اس بے کسی کی حالت میں بھی وہ اپنے ساتھ جو سامان لے گیا اسے سن کر حیرت ہوتی ہے۔''ایران بعہد ساسانیان'' کا مصنف لکھتا ہے کہ:

''یزدگرد اپنے ہمراہ ایک ہزار باورچی، ایک ہزار گویّے، ایک ہزار چیتے کے محافظ، ایک ہزار بازدار اور بہت سے دوسرے لوگ لیتا گیا اور یہ تعداد اس کے نزدیک ابھی کم تھی''۔

''ہرمزان شکست کھانے کے بعد جب پہلی دفعہ مدینہ آیا اور حضرت عمرؓ کی مجلس میں حاضر ہوا تو اس نے پانی مانگا، پانی ایک موٹے سے لوٹے میں لایا گیا، اس نے کہا کہ چاہے میں پیاسا مر جاؤں؛ مگر اس بھدے پیالہ میں پانی پینا میرے لئے ممکن نہیں، چنانچہ اس کے لئے تلاش کر کے دوسرے برتن میں پانی لایا گیا، جس کو وہ پی سکا''۔(ص ۷۸/)

ان دو واقعات سے آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایرانیوں میں مصنوعی زندگی اور تکلفات کس درجہ رچ بس گئی تھی، جسے وہ ایسے حالات میں بھی ترک کرنا نہیں چاہتے تھے۔

ہجرت کے چند سال قبل دونوں حکومتیں میدان جنگ میں آمنے سامنے ہیں، باوجود ایک طویل مسافت (مکہ سے ایران بذریعہ ہوائی جہاز دوری ۵۷.۷۵۷ اکلومیٹر ہے اور بذریعہ کار ۳۱. ۲۶۸۶ کلومیٹر ہے۔اور مکہ سے روم کی دوری بذریعہ ہوائی جہاز ۳۷.۳۴۵۳ کلومیٹر ہے اور بذریعہ کار ۹۱. ۴۸۹۰ کلومیٹر ہے) کے مکہ بھی خبر پہنچتی ہے۔ رومیوں کے اہل کتاب ہونے کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کی ہمدردی ان کے ساتھ تھی، اور خواہش تھی کہ وہ ایران پر غالب آجائیں، اور کفار ایران کے غالب آنے کی دعائیں کررہے تھے اس وجہ سے کہ وہ بتوں کے پجاری تھے۔مگر کفر کے علمبرداروں کو خوشی کے لمحے میسر آئے اور ایران نے روم کو شکست فاش دے دی، مکہ میں خوشیاں منائی جانے لگیں، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس بات کا تذکرہ آپ صلی اللہ علیہ سے کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت پڑھ کر سنائی **الم غلبت الروم الخ** عنقریب رومی پھر غالب آجائیں گے، جسے سن کر کفر کے سرداروں کا تمسخر اور بڑھ گیا۔

''اس آیت میں قرآن نے دعوے کے ساتھ یہ پیش گوئی کردی کہ اس نتیجہ جنگ پر خوش نہ ہو، نو سال کی قلیل مدت کے اندر ہی اندر پانسہ پلٹنے کو ہے اور جو آج فاتح نظر آرہے ہیں وہ مفتوح ہوکر رہیں گے۔ یہ پیش گوئی وقت کی جنگی صورت حال کے بالکل منافی تھی، خسرو دوم شہنشاہ ایران کی اقبال مندی اوج پر تھی۔ ہرقل (Herculoo) فرمانروائے روم کا عہد حکومت اس وقت بے تدبیری، بداقبالی کا ایک مجسمہ تھا۔افسران فوج نااہل، خزانہ خالی، دلیر و دلاور سپاہ کا قحط، غرض ظاہری حالات واسباب

تمامتر رومیوں کے مخالف ہی تھے اور بڑے سے بڑے جنگی مبصر کی بھی پیش بینیاں وپیش قیاسیاں رومیوں کے مخالف ہی جارہی تھیں، کہ یک بیک ۶۲۲ء میں ہرقل سنبھلا، اور بجائے مدافعانہ کے اب جارحانہ جنگ ایران کے مقابلہ میں شروع کردی۔ ایران کی قسمت دیکھتے ہی دیکھتے پلٹی۔اور ۶۲۴ء میں اس کی قوت بالکل ٹوٹ کررہ گئی، یہاں تک کہ ایرانیوں کے مقدس ترین آتش کدے برباد ہونے لگے، اور خود شہنشاہ کو بھاگنا پڑا۔اور آخرکار ہرقل ایرانی فوجوں کی فاتحانہ ترقی کو روکنے میں کامیاب ہوا۔اس نے ایشیائے کوچک کو دوبارہ فتح کرلیا، اور شہنشاہ کی فوجوں کو آرمینیہ اور آزربائیجان تک پیچھے ہٹادیا۔۶۲۳ء یا ۶۲۴ء میں اس نے ہٹرگنزک کو فتح کرکے آتشکدہ آذرگشنپ کو برباد کردیا۔خسرو وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا اور آتش مقدس کو ساتھ لیتا گیا۔ازاں بعد قیصر وادی دجلہ پر حملہ آور ہوا، اور ۶۲۸ء میں اس نے دستگرد کے قصر شاہی کو لے لیا، اور طیغون کے محاصرہ کی تیاری کرنے لگا، خسرو پایۂ تخت کو چھوڑ کر کسی محفوظ جگہ میں چلا گیا''۔(تفسیر ماجدی رمولانا عبدالماجد دریابادیؒ)

نو سال کی قلیل مدت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن نے جو پیشن گوئی کی تھی وہ اس وقت پوری ہورہی تھی، جب مسلمانوں کی ایک قلیل جماعت نے کفر کے مسلح لشکر کو شکست فاش دی تھی اور ان کے غرور کو خاک میں ملایا تھا۔کفر کے بڑے بڑے علمبرداروں اور سرداروں کے سر خاک آلود ہوچکے تھے، اس طرح اللہ تعالی نے مسلمانوں کو دوہری خوشیوں سے نوازا تھا۔

مولانا عبدالماجد دریادیؒ لکھتے ہیں:''کہ اس میں اشارہ ایک پرمسرت فتح عظیم کی طرف بھی نکل سکتا ہے، یہ اس روز جب خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ کے عہد میں خود مسیحی رومیوں پر مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی اور سارا شام وفلسطین مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا''۔

☆------☆------☆

صفحہ ر۲۷ کا بقیہ لیکن روح کے پرواز کرتے ہی چہرہ نوجوانوں کا سا ہوگیا تھا۔فربہ، خوش رنگ سرخ، داڑھی کے بال سیاہ ہوگئے غسل کے وقت جسم پر گوشت تھا علماء نے یہ منظر دیکھا اور سب حیرت زدہ تھے۔خاندانی قبرستان میں جو گھر کے قریب ہی ہے، مولانا ہی کے لگائے ہوئے باغ کے وسط میں جو آج کل پھلوں سے لدا ہوا ہے۔جگہ ملی، عجب سماں پیدا تھا۔

جو اپنے اللہ سے ہر وقت پرامید تھا، جس کا سرمایہ حیات اسی بشارت وتبشیر تھا، اس کا انجام اتنا خوش انجام نہ ہوتا تو اور کیا ہوتا۔نہ تشنج نہ اور کوئی آثار کرب۔پاس ہی لیٹے اور بیٹھے ہوئے بھائی کو سکرات کا کچھ پتا ہی نہ چلا اور جنت کا مسافر کس طرح آناً فاناً اور ٹھنڈے ٹھنڈے اپنی منزل مقصود کو پہنچ گیا۔

وفیات

چو مرگ آید تبسم برلب اوست

مکارم احسن گیلانیؒ

قلب پر حملہ متواتر تین سال سے ہوتا رہا اور اکثر اتنا شدید ہوتا کہ ہم لوگ تو یہی سمجھے کہ اب وقت آگیا ہے، مگر پھر سکون ہو جاتا۔ ہفتہ دو ہفتہ قائم رہتا کہ پھر وہی حال ہو جاتا۔ مریض قلب کا ہر ممکن ڈاکٹری علاج موجودہ زمانہ کے مطابق ہوتا رہا۔ چنانچہ رمضان المبارک میں بھی دو شدید حملے ہوئے۔ شوال میں سکون ہی سکون ایک حد تک رہا، یہاں تک کہ ۴ر جون ۲۵ر شوال کو کچھ عجب علامات نمودار ہوئیں۔ ان میں بہ کثرت اشعار فنا کا مضمون لئے ہوئے وجد کے ساتھ پڑھتے اور گنگناتے رہتے، مولانا کی خوش الحانی کا حال تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ مثلاً فانی بدایونی کا شعر

سنے جاتے نہ تھے تم سے میرے دن رات کے شکوے
کفن سرکاؤ میری بے زبانی دیکھتے جاؤ

اور ہر چھوٹے بڑے سے، گھر کے لڑکوں سے خوش کلامی کرتے رہے، یہاں تک کہ کمرے سے اندر اور کمرے سے باہر ذرا چہل قدمی بھی کر لی، رات آئی تو بڑی خوشی، خرمی اور شعر، غزل کی تکرار۔ یقین کیجئے کہ بھائی صاحب کو اتنا مسرور برسوں سے میں نے نہیں دیکھا تھا اور اب دیکھ کر میں خود اور گھر کے سب لوگ مسرور تھے۔ گیارہ بجے وہ سو گئے میں بھی قریب ہی لیٹ گیا، نماز کے وقت ہم دونوں جاگے۔ میں حسب معمول مسجد چلا گیا اور انھوں نے کمرہ ہی میں نماز ادا کی۔

عام دستور ان کا نماز فجر کے بعد بھی کچھ سو رہنے کا تھا، میں نے تکیہ وغیرہ درست کر دیا اور وہ سو گئے، ایک گھنٹہ گزرا ہوگا کہ میرے منجھلے لڑکے نے محسوس کیا کہ سانس تیز چل رہی ہے۔ چند منٹ میں معتدل ہو گئی، لیکن دو ہی ایک منٹ بعد بالکل بند ہو گئی، اس کو شک ہوا، مجھ کو متوجہ کیا، کیا دیکھتا ہوں کہ روح پرواز کر چکی ہے۔ آنکھیں بند ہیں اور لب پر مسکراہٹ ہے۔ چند منٹ کے اندر خبر جوار بھر میں پھیل گئی۔ تھوڑی ہی دیر میں مسلمان ہر طرف سے جوق در جوق آنے لگے، بہار شریف سے متعدد علماء بس پر آئے، اور انھوں نے غسل و تجہیز و تکفین کا نظم اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ بعد ظہر جنازہ پڑھا گیا۔ نماز میں اس قدر ہجوم تھا کہ ایک بہت بڑے میدان کو تلاش کرنا پڑا۔ گیلانی کے لئے یہ ایک نئی بات تھی۔

ایک بات جو عام طور پر کہنے کے لائق نہیں۔ آپ کو لکھے دیتا ہوں، آپ کے یہ محبوب دوست تین سال سے مرض اور پرہیز کی سختیاں جھیل کر اب صرف چرم و استخواں ہو کر رہ گئے تھے۔ (بقیہ ص ۲۶)

حضرت رائے پوری کے صوفی جی

مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلویؒ

مولانا خلیل الرحمٰن قاسمی برنی
موبائل۔۹۶۱۱۰۲۱۳۴۷

مورخہ۲ ر جون ۲۰۱۹ بوقت شام سوشل میڈیا پر گردش کر رہی اس خبر نے اچانک حیرت میں ڈال دیا کہ برصغیر کے مشہور عالم دین، یادگار اسلاف اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے خلیفہ ومجاز حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلویؒ دنیائے فانی کو خیرآباد کہہ کر مالک حقیقی سے جاملے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

مولانا مرحوم علماء ربانیین کے سلسلے کی زریں کڑی تھے، آپ کے اس طرح رخصت ہو جانے سے امت کو جو نقصان اور صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی مشکل ہے۔ آپ کے دم سے جو ایک روحانی دنیا قائم تھی وہ اب ویران ہو چکی ہے۔ آپ کی وفات ایک عہد کا خاتمہ اور موت العالم موت العالم کا مصداق ہے۔ سب جانتے ہیں کہ اس دور میں ہمیں روحانی سہاروں کی ضرورت پہلے سے زیادہ ہے اور روحانی سہارے اگر نہ رہیں تو امت بہت ساری خیر وبرکات سے محروم ہو جاتی ہے۔ آپ کا اس طرح مالک حقیقی کی طرف کوچ کر جانے سے امت بہت سارے برکات اور رحمتوں سے محروم ہوگئی ہے۔

حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب کاندھلوی قدس سرہ بزرگوں کے خاندان سے تھے اور انھیں کی حسن تربیت کا عکس جمیل تھے۔ اسی لئے آپ نے ہمیشہ اپنے بزرگوں اور اکابر کی طرح صلاح وفلاح سے معمور تقویٰ والی زندگی اختیار فرمائی۔ شریعت کی پابندی اور اتباع سنت آپ کی شناخت تھی، اسی کا اثر تھا کہ رب ذوالجلال نے آپ کو بہت بافیض عالم بنایا تھا۔

مولانا مرحوم کاندھلہ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا مفتی الٰہی بخش قدس سرہ کی خاندان سے ہیں، حضرت مفتی الٰہی بخشؒ سے آپ کا سلسلہ نسب ساتویں نمبر پر جا کر ملتا ہے۔ آپ کے والد بزرگوار بھی ایک عالم دین تھے اور صاحب علم وعمل کی حیثیت سے مشہور تھے۔ مولانا رؤف الحسن ان کا نام تھا، اس لئے یہ کہنا صحیح ہوگا کہ وہ اسم بامسمی تھے۔ ظاہر وباطن دونوں لحاظ سے وہ خوبصورت تھے، رأفت وشفقت میں تو وہ اپنی مثال آپ تھے۔ مولانا افتخار الحسن صاحب قدس سرہ کے دادا محترم جناب ضیاء الحسن صاحب ابن محمد صادق جناب نور الحسن کے فرزند تھے، جو عالی مقام حضرت ابوالحسن ابن مولانا مفتی الٰہی بخش کے فرزند تھے۔

مولانا افتخار الحسن صاحبؒ کے والد محترم مولانا رؤف الحسن صاحب نے یکے بعد دیگرے دو شادیاں کیں، جس سے آٹھ بچے پیدا ہوئے، پانچ لڑکے اور تین لڑکیاں۔ پہلی اہلیہ محترمہ کے بطن سے تین صاحبزادے حضرت مولانا نجم الحسنؒ مولانا

احتشام الحسنؒ خلیفہ ورفیق خاص مولانا محمد الیاس صاحب قدس سرہ اور حکیم قمر الحسنؒ ہوئے۔انھیں زوجہ محترمہ کے بطن سے تین صاحبزادیاں جویریہ خاتون زوجہ حضرت مولانا الیاسؒ بانی تبلیغی تحریک،امۃ المتین زوجہ حضرت مولانا محمد زکریاؒ شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارن پوراور امۃ الدیان زوجہ حضرت مولانا ظہیر الحسن صاحب شہیدؒ۔اور دوسری اہلیہ محترمہ سے حضرت مولانا اظہار الحسن صاحب اور حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب قدس سرہ متولد ہوئے،اس اعتبار سے آپ حضرت مولانا الیاس صاحب اور شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحبؒ کے برادر نسبتی ہوئے۔

آپ کی فراغت ۱۳۴۸ میں مدرسہ مظاہر علوم سے ہوئی،آپ مدرسہ مظاہر علوم کے قابل ترین فضلاء میں سے تھے، دوران تعلیم محنتی اور ذہین طلبہ میں آپ کا شمار ہوتا تھا،اپنے تمام اساتذہ کے آپ معتمد تھے،اسی کے ساتھ نیکی صلاح وتقوی اور اوراد ووظائف کی پابندی میں آپ ضرب المثل تھے،اسی کا اثر تھا کہ آپ کو حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی طرف سے بہت کم عمری ہی میں اجازت وخلافت سے نوازا گیا۔آپ کے شیخ آپ کو صوفی جی کے نام سے یاد فرماتے تھے،جس کا کئی جگہوں پر حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی آپ بیتی میں بھی صوفی افتخار کے نام سے ذکر کیا ہے۔

حضرت مولانا مرحوم علم وعمل دونوں میں یکتا تھے،خصوصا علم تفسیر میں آپ کو درک کامل حاصل تھا،تقریبا ۵۲ ر سالوں تک آپ کا کاندھلہ کی جامع مسجد اور پھر اپنے محلے کی مسجد میں بعد نماز فجر ایک،ڈیڑھ گھنٹے تفسیر کرنے کا معمول رہا،اس دوران آپ نے مکمل قرآن کریم کی تفسیر کے پانچ اور دور مکمل فرمائے۔اخری دور غالبا ۱۹۹۲ یا ۱۹۹۳ میں ہوا۔جس میں ایک عظیم الشان اجتماع منعقد ہوا،کاندھلہ کی عیدگاہ لوگوں کے ہجوم سے بھر گئی،اس اجتماع میں ہندوستان کی مایہ ناز علمی وروحانی ہستیاں تشریف لے آئیں،مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندویؒ نے بھی شرکت فرمائی۔

اس اجلاس کے متعلق مولانا ندویؒ اپنی آپ بیتی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسی نورانی مجلس میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔آپ کے یہاں روزانہ روحانی مجلس بھی رہتی،جس کے روحانی اور بابرکت اثرات دور تک دیکھنے میں آتے،آپ کی یہ مجلس بڑی پر اثر عرفان وایقان سے لبریز ہونے کے ساتھ علمی رنگ میں بھی رنگی ہوتی تھی،بعض مرتبہ کسی آیت کی تفسیر شروع فرماتے،اور کئی دن تک مسلسل فرماتے رہتے تھے،آپ کی مجلس میں حاضر ہونے والے اہل علم کا تاثر تھا کہ ایسا لگتا ہے کہ علم کا ایک ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر سامنے ہے،روحانیت کا ایک بحر ناپید کنار ہے،آپ کی مجلس میں حاضر باش بعض اہل علم نے بتایا کہ سورہ بقرہ کی آیت واذ قال ربک للملئکة انی جاعل فی الارض خلیفة کی تفسیر میں ۴۵ دن تک کلام فرماتے رہے،اس تفسیر کا بعض حصہ ''تقاریر تفسیر قرآن مجید'' کے نام سے منظر عام پر آچکا ہے۔

آپ ایک عظیم مفسر،اعلی درجہ کے صوفی،کامل زاہد ومتقی انسان تھے۔بزرگوں کی یادگار،اکابر کی روایات کے محافظ اور اسلاف دیوبند کے اقدار کے حامل تھے،بہت ساری نسبتوں کے حامل اور کئی طرح کے کمالات سے آراستہ ہونے کے باوجود بھی انتہا درجہ کے متواضع اور ملنسار انسان تھے۔آپ کا شمار ان ہستیوں میں ہوتا تھا جن کی علمی اور دینی خدمات سے تاریخ اسلام کے

بے شمار باب روشن ہیں، بالخصوص اس دور میں آپ کا وجود بہت ہی قیمتی تھا، کیوں کہ آپ صالحین کا نمونہ اور ان کا عکس جمیل تھے، برصغیر ہندو پاک کی تاریخ میں ۳۰۰ برس پر محیط اس خانوادہ کی اسلامی اور اصلاحی تحریک اور دینی خدمات جلی حروف میں درج ہیں۔ حضرت مولانا افتخار الحسن قدس سرہ اسی مبارک خاندان کے علمی ورثہ کے امین تھے۔ جس طرح آپ علوم متداولہ میں ماہر تھے اسی طرح آپ راہ طریقت میں بھی یکتا تھے۔ بلکہ راہ طریقت میں آپ کی خدمات کا سلسلہ وسیع تر اور فزوں تر ہے۔ دنیا بھر میں آپ کے سلسلہ سے وابستہ ہزاروں لوگ تھے۔ جنھوں نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی تھی اور آپ کے بتائے ہوئے اصلاحی طریقوں کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو احسان ونور کی کیفیات سے معمور کر رہے تھے اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے۔ آپ کے خلفاء کی تعداد ۵۰ سے متجاوز ہے،۔ حضرت مولانا مرحوم میں وہ تمام صفات و عادات اور خصوصیات بھی موجود تھیں، جو ایک عالم ربانی میں ہونی چاہئیں۔ علماء نے زاہد کی تین علامات لکھی ہیں۔ (۱) جو اس کے پاس موجود ہے اس پر خوش ہو اور جو چیز موجود نہیں ہے اس پر رنجیدہ نہ ہو۔ (۲) مادح اور ذام یکساں نظر آئے۔ (۳) حق تعالی سے انس و محبت ہو اور طاعات میں لذت محسوس کرے، یہ تینوں علامات حضرت مولانا افتخار الحسن صاحب قدس سرہ میں بدرجہا اتم موجود تھیں۔ موجود پر ہوا تراتے نہیں تھے، اور جو چیز نہیں تھی اس پر کبھی رنجیدہ نہ ہوتے تھے۔ اسی طرح مادح اور ذام ان کی نگاہ میں برابر تھے۔ وہ سب کو معاف کرنے کے عادی تھے۔ ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اسی کے لئے وقف تھا۔ دعا ہے کہ اللہ حضرت والا کو اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب فرمائے۔ آمین

صفحہ/۳۱ کا بقیہ

(۳) حضرت مہلب ابن ابی صفرہؓ کے تین صاحبزادے۔ یزید، زیاد، مدرک۔ ایک ہی سال پیدا ہوئے، ایک ہی سال شہید ہوئے، تینوں کی عمریں اڑتالیس سال ہوئی۔

(۴) چار حضرات۔ حضرت انس ابن مالکؓ، عبداللہ ابن عمر لیثی، خلیفہ سعدی، اور جعفر ابن سلیمان ہاشمی۔ ان میں سے ہر ایک کی اولاد سو، سو نفر ہیں۔

(۵) ربیع الاول ۱۹۰ھ کی سولہویں شب بھی عجائبات قدرت میں سے ہے کہ اس میں ایک بادشاہ ہادی کا انتقال ہوا، اور دوسرے بادشاہ ہارون رشید کی تخت نشینی کا جشن ہوا، اور تیسرے بادشاہ مامون پیدا ہوا۔

(۶) ایک زمانے میں تین چچازاد بھائی تھے جن میں سے ہر ایک کا نام علی تھا، اور ان تینوں کے تین لڑکے تھے جن کا نام محمد تھا، باپ، بیٹے سب عالم اور باعزت تھے۔ وہ تینوں علی بن حسین ابن علی ابن ابی طالب۔ دوسرے علی ابن عبداللہ ابن عباس۔ تیسرے علی ابن عبداللہ ابن جعفر۔

(۷) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کی چار نسلوں کو دیکھ کر ان کی کنیت ابو عتیق رکھ دی۔ وہ ابو قحافہؓ اور ان کے صاحبزادے ابوبکر صدیقؓ اور ان کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ اور ان کے صاحبزادے محمدؓ ہیں۔ (المدہش/ابن جوزیؒ)

حاصل مطالعہ

جو چبھے دل میں وہی تنکے لئے

محمد فہیم قاسمی گورکھ پوری

اے سراپا ناز تو نے بے نیازی خوب کی!

ایک بزرگ مولانا عبدالرحیم صاحب رامپوری (م۱۲۳۴ھ) تھے، روہیلکھنڈ کے انگریز حاکم مسٹر ہاکنس نے ان کو بریلی کالج کی تدریس کے لئے ڈھائی سو روپئے مشاہرہ کی (جو ۱۸۵۷ء سے پہلے حیثیت وہ رکھتا تھا، اواس وقت ہزار بارہ سو کی بھی نہیں) پیشکش کی اور وعدہ کیا کہ تھوڑی مدت میں اس مشاہرہ میں اضافہ اور ترقی ہو جائے گی، انھوں نے عذر کیا کہ ریاست سے ان کو دس روپئے ماہوار ملتے ہیں وہ بند ہو جائیں گے، ہاکنس نے کہا کہ میں تو اس وظیفہ سے پچیس گنا زیادہ پیش کرتا ہوں اس کے مقابلہ میں اس حقیر رقم کی کیا پرواہ ہو سکتی ہے، انھوں نے اس کے بعد یہ عذر کیا کہ میرے گھر میں بیری کا ایک درخت ہے اسکی بیری میٹھی اور مجھے مرغوب ہے، بریلی میں وہ بیری کھانے کو نہیں ملے گی، ظاہر بیں انگریز اب بھی ان کے دل کی بات نہ پا سکا، اس نے کہا کہ رام پور سے آنے کا انتظام ہو سکتا ہے، آپ بریلی میں بیٹھے ہوئے بھی اپنے گھر کی بیری کھا سکتے ہیں، مولانا نے فرمایا ایک بات یہ بھی ہے کہ میرے طالب علم جو رامپور میں درس لیتے ہیں، ان کا درس بند ہو جائے گا، اور میں ان کی خدمت سے محروم رہ جاؤں گا۔ انگریز کی منطق نے اب بھی ہار نہ مانی، اس نے کہا کہ میں ان کے وظائف مقرر کرتا ہوں وہ بریلی میں آپ سے تعلیم جاری رکھیں اور اپنی تکمیل کریں، آخر اس مسلمان عالم نے اپنی کمان کا آخری تیر چھوڑا جس کا انگریز کے پاس کوئی جواب نہ تھا، مولانا نے فرمایا کہ یہ سب صحیح ہے تعلیم پر اجرت لینے کے متعلق میں قیامت میں اللہ کو کیا جواب دوں گا، ہندوستا کے فاتح نے اب اپنی شکست تسلیم کر لی اور مولانا عبدالرحیم صاحب نے نواب احمد علی خاں والیٔ رامپور کے دس روپیہ ماہوار پر اپنی زندگی گزار دی۔ رحمۃ اللہ علیہ

انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ص ر ۲۹۷

عجائبات تواریخ

(۱) چار بھائی کہ ان میں سے ہر ایک کے درمیان دس سال کا فاصلہ ہے اور یہ چاروں حضرات ابو طالب کی اولاد ہیں، طالب، عقیل، جعفر، علی مرتضی۔ کیوں کہ طالب عقیل سے دس سال بڑے تھے، اور عقیل جعفر سے دس سال بڑے، اور جعفر حضرت علی سے دس سال بڑے تھے۔

(۲) دو بھائی جن کی عمروں کے درمیاں اتنا فاصلہ کہیں نہیں دیکھا گیا۔ موسی ابن عبیدہ الربذی اور ان کے بھائی عبداللہ ابن عبیدہ، عبداللہ ابن عبیدہ اپنے بھائی موسی سے اسّی سال بڑے تھے۔ (بقیہ ر ص ر ۳۰ پر)

نعت پاک

خاک کا ذرہ ذکر مہوشاں کیسے کرے　　　عشق کے راز نہاں کو وہ عیاں کیسے کرے
مدح آقا کی گدائے بے نشاں کیسے کرے　　　مشک سے دھوئے زباں کو پھر بیاں ایسے کرے
کشت بے تیغم بغشوہ ترک نازک پیکرے　　　خوش بیانے مہربانے جان جانے دل برے

نعت کہتا ہوں تری آقائے من شاہ زمن　　　نام پیارا کتنا ترا پاک تن پاکیزہ من
خندہ رو، خندہ جبین، غنچہ دہن شیریں سخن　　　نکہت زلف معنبر پر فدا مشک ختن
یاسمیں رشک سمن جان چمن یا جان مان　　　آشنائے دلربائے خود نمائے خوش سرے

تو ہے بحر بیکراں اور میں ذرا سی آب جو　　　اے سراپا نور تو ہے دو جہاں کی آبرو
مرحبا صلی علی جان جہاں رنگ و بو　　　قیصریت تیری آمد سے ہوئی ہے زرد رو
کفر سوزے دل فروزے خوب رو آہستہ خو　　　پاک دینے پاک بینے خوشتر از ہر خوشترے

اختر تاباں کہوں میں یا مہ کامل تجھے　　　میں کہوں کون و مکاں کی جان یا پھر دل تجھے
میں سمجھتا ہوں نشان جادۂ منزل تجھے　　　دل کھچیں بے ساختہ وہ ہے کشش حاصل تجھے
نازنینے مہ جبینے دل کشے یا دل کُشے　　　جاں گدازے دل نوازے گوہرے یا اخترے

کوچۂ جاناں گئے تو بن کے دیوانہ گئے　　　بادۂ عشق ومحبت پی کے مستانہ گئے
صبر آیا جب نہ ہم کو پھر تو روزانہ گئے　　　نعت یہ پڑھتے ہوئے بے اختیارانہ گئے
شادۂ آزادۂ مستانۂ جانانۂ　　　مست چشمے دیر خشمے طرفہ زیبا منظرے

اے سراپا خلق تیری ذات ہے ہر دل عزیز　　　تیرے صدقے میں خدا نے دی ہمیں عقل وتمیز
تیرے در کی خاک ہی سرمہ بنانے کی ہے چیز　　　توڑنا دم تیرے در پر جان و دل سے ہے عزیز
بے قرارم اشک بارم سخت زارم اے عزیز　　　دل بَرد جاں آورد ہر دم بطرز دیگرے(۱)

(۱)حضرت عزیز صفی پوری کی نعت پر تضمین